شاہ لطیف اور
سُر کربلا
سُر کیڈارو

(شاہ عبداللطیف بھٹائی کا المیہ کربلا پر کلام)

اور

سندھی مرثیہ کی مختصر اجمالی تاریخ

مرتب خادم حُسین سومرو

سُر کیڈارو

(شاہ عبداللطیف بھٹائی کا المیۂ کربلا پر کلام)

اور

سندھی مرثیہ کی مختصر اجمالی تاریخ

maablib.org

سرکیڈارو

(شاہ عبداللطیف بھٹائی کا المیۂ کربلا پر کلام)

اور

سندھی مرثیہ کی مختصر اجمالی تاریخ

مرتب: خادم حسین سومرو

میاں پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ

کتاب کا نام	⬅	سرکیڈ اردو اور سندھی مرثیہ کی مختصر اجمالی تاریخ
مرتب کا نام	⬅	خادم حسین سومرو
ایڈیشن	⬅	دوم
تعداد	⬅	500
سال اشاعت	⬅	فروری 1999ء
پرنٹرز	⬅	ایس- ایم پرنٹرز پاکستان چوک، کراچی
قیمت	⬅	110 روپے

○

ناشر

سائیں پبلشرز، سیہون شریف، سندھ

فون :- 0229-620474

maablib.org

سیدہ زینب بنت علی علیہا السلام

کے نام

شاہ لطیف بھٹائی کے سُر کیڈارو سے متعلق اس مختصر کتاب کی تیاری میں مجھے جن جن کرم فرماؤں کی مدد حاصل رہی ان کا شکریہ واجب ہے۔

سندھی مرثیہ کی تاریخ کے سلسلہ میں مرزا عباس علی بیگ، ٹنڈو آغا حیدر آباد سندھ، سے فیض حاصل کیا۔

سندھی زبان سے شعروں کا ترجمہ جلال عباس صاحب نے فارسی میں اور جناب سہیل عباس صاحب نے انگریزی میں کیا۔ پنجابی میں شاہ لطیف کے کلام کے ایک بڑے حصے کا ترجمہ 47ء سے پہلے سکھر کے رہائشی سردار کرتار سنگھ عرش نے کیا اور مشرقی پنجاب میں یہ ترجمہ گورمکھی رسم الخط میں چھپوایا۔ جس کو حال ہی میں سندھ کلچرل ڈیپارٹمنٹ نے شائع کیا ہے۔ سر کیڈارو کا یہ ترجمہ اسی سے اخذ ہے اور اردو ترجمہ میں نے کیا ہے۔

جناب افضل حیدر صاحب (رکن اسلامی نظریاتی کونسل و سینئر وکیل سپریم کورٹ) نے کمال محبت سے اس کتاب کا پیش لفظ لکھا۔

ایاز امام رضوی اور شفقت تنویر مرزا کا بھی شکریہ واجب ہے۔

محترم فدا حسین شیخ، انجینئر عبدالجبار میمن، محترم عبدالسبحان میمن، محترم مظفر علی سومرو اور مرزا یوسف علی کی حوصلہ افزائی پر ممنون ہوں:-

خادم حسین سومرو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

شاہ لطیف بھٹائی برصغیر پاک و ہند کا ایک نہایت معزز اور ہردل عزیز نام ہے۔ شاہ لطیف صوفی روایت کی وہ درخشندہ کڑی ہے جسے قدرت نے سرزمین سندھ کے حوالے سے ہماری اس ہزار سالہ مقدس روایت کا حصہ بنایا۔ تصوف کا یہ طویل سلسلہ نہ صرف ہمارا ایسا مشترک قیمتی فکری سرمایہ ہے جو ہمیں دیگر اقوام سے ممتاز کرتا ہے بلکہ ہماری روحانی تسکین کا ذریعہ بھی ہے۔

شاہ لطیف 1689ء میں شاہ حبیب اور سدوم دیانی کے گھر پیدا ہوئے۔ شاہ حبیب درویش منش انسان تھے جن کا منشور انسان دوستی تھا۔ زبان، رنگ، نسل، قوم اور عقیدے سے بلند ہو کر مخلوق خدا کی خدمت ان کا جزو ایمان تھا۔ سدوم دیانی ایک مجذوب فقیر کی بیٹی تھی اور اس طرح اس پاک سنجوگ کو اللہ نے شاہ عبداللطیف جیسے عالی ظرف، محرم راز اور حساس فرزند سے نوازا جو کثرت کی وادیوں سے گزر کر وحدت کا عارف بن گیا۔

شاہ لطیف کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے استاد نے جب یہ دیکھا کہ بچہ الف سے آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا تو انہوں نے شاہ حبیب کے پاس ننھے طالب علم کی شکایت کی۔ باپ نے بچے کو گلے لگایا اور کہا کہ تو بھی ٹھیک کہتا ہے کہ الف پڑھ لینے کے بعد ب کی کیا ضرورت ہے لیکن بیٹا یہ دنیا ہے اور اس کی کچھ روایات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ باپ کی نصیحت کے بعد شاہ لطیف نے بڑے دھیان سے ظاہری علوم حاصل کیے۔ قرآن و حدیث و فقہ کے علاوہ مختلف زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ محققین کا کہنا ہے کہ شاہ صاحب نے سندھی کے علاوہ عربی، فارسی، پنجابی، ہند

بلوچی اور سرائیکی زبانوں میں مہارت حاصل کرنے کے علاوہ مختلف مذاہب کے فلسفہ کا [illegible]

سندھ و ہند مختلف اقوام و مذاہب کا خطہ تھا۔ کئی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ مختلف عقائد' رسوم' رواج' رنگ' نسل اور متنوع قدرتی مناظر نے اس خطہ کو ایک خوبصورت گلدستہ بنا دیا تھا۔ ہمارے ممدوح قدرت کی اس حیرت انگیز صناعی سے بہت متاثر تھے۔ ایک دن مخصوص قلبی کیفیت کے تحت جسے عرف عام میں ہجر کی کیفیت کہتے ہیں' شاہ لطیف لمبے سفر پر چل پڑے۔ [illegible] وصال کا کٹھن سفر حق پرستوں کا خاصہ ہے' شاہ لطیف رخت سفر سے بے نیاز ان جگہوں پر گئے جہاں جہاں اس قلبی کیفیت کی داستانیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان مقامات پر ہجر و وصال کی انوکھی کیفیت موجود تھی۔ یہ مقامات فراق و وصال کی داستانوں کے امین تھے۔ شاہ لطیف نے فراق کے اس قلزم میں وصال کی پرجوش موجوں کا نیا رنگ دیکھا۔ فراق کے اتھاہ ساگر میں شاہ لطیف نے روح کو سسی کے روپ میں فنا کی شکست اور حق کا وصال دیکھا۔ سوہنی کے سرنامہ میں شاہ لطیف دیکھتے ہیں کہ مطلوب کو پانے کے لئے خود کو غرق کرنا پڑتا ہے۔ شاہ اسی عالم میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ نفس کو آلودگی سے پاک کرنے کے بعد ہی دوست کی قربت حاصل ہو سکتی ہے۔ دوست جو خود جمال ہے' جمال کو پیدا کرتا ہے اور جمال سے پیار کرتا ہے۔ یہی جمال جو انسان کے اندر حسن پیدا کرتا ہے۔ یہ حسن جو کائنات کا توازن برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس حسن کو اس دھرتی پر پھیلنا ہے تاکہ مخلوق اس توازن سے برقرار رہے۔ انتشار کا شکار نہ ہو۔ جبر اور ظلم سے نجات حاصل کرے۔ طبقاتی تقسیم اور تعصبات سے پاک ہو اور امتیازات مٹ جائیں۔

شاہ لطیف اس روحانی ہجرت کے بعد اپنی دنیا کی طرف دولت سے مالا مال واپس آتے ہیں صاحب یقین بن کر۔ شک و شبہ' خوف و حزن' لالچ و طمع کو پامال کر کے لوٹتے ہیں۔ طالب اپنی قلبی کیفیت کو قم کرتا ہے۔ اس کے پاس سب سے بڑی نعمت ادراک اور حقیقت کی بات ہے حروف قصوں کے ذریعہ لوگوں تک پہنچانے کا عزم کرتے ہیں۔ یہ قصے اس منزل کا نقشہ ہیں۔ یہ وہ داستانیں ہیں جو اگرچہ ہمارے شعور

کا حصہ ہیں لیکن شاہ لطیف کے کلام میں ارفع مقاصد کے حصول کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

شاہ لطیف ان داستانوں کو سروں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے تیس سروں میں مختلف داستانیں بیان کی ہیں۔ زیر نظر رسالہ صرف سرکیڈارو پر مبنی ہے۔ کیڈارو جنگ نامہ ہے کیڈارو لیک وزمیہ ہے۔ کیڈارو میں مرثیہ کی صنف بھی جھلکتی ہے۔

سرکیڈارو میں چھ داستانیں ہیں۔ ان داستانوں کا مرکزی کردار حسینؑ ابن علیؓ ہے۔ میدان کربلا، شہادت، فنا سے بقاء کا سفر۔ شاہ لطیف اپنے قاری کو سچے راستے پر چلنے والوں کے تجربات سے آگاہ کرتے ہیں۔ شہیدان وفا کے مراتب بیان کرتے ہیں۔ ان مقاصد کی نشاندہی کرتے ہیں جن کی طرف مرد آزاد بڑھتے ہیں۔ ان محرکات کی یاد دلاتے ہیں جو جواں مردوں کو حصول مقصد کے لئے تحریک دیتے ہیں۔ شاہ بتاتے ہیں کہ محبوب حقیقی اپنے چاہنے والوں کا کتنی شدت سے امتحان لیتا ہے۔ اس امتحان کی شدت طالب کی طلب کی گہرائی سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ جتنی گہری طلب ہو گی اتنا بڑا امتحان ہو گا۔ جتنے بلند ہونا چاہو گے اتنے ہی بڑے ظلم کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ جتنا قرب حاصل کرنا چاہو گے اتنی بڑی قربانی اور وہ بھی سب سے قیمتی متاع کی قربانی دینا ہو گی مکمل متاع۔

شاہ لطیف نہایت لطیف انداز میں یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ عدل و احسان کا قیام صرف ذبح عظیم کے صدقے قائم کیا جا سکتا ہے۔ جو قربانیاں دے سکتے ہیں اور جن عاشقوں کو مقاصد الٰہی کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ حقیقت کو پہچان لیتے ہیں وہی انسانوں کے قائد بننے کے سزاوار ہوتے ہیں۔ وہی امام ہیں۔

بوجھوں تلے دبی ہوئی مخلوق خدا جو خوف و حزن کی نہ ختم ہونے والی کیفیت میں مبتلا ہے، وہ مخلوق جس کے لئے غم کے ایام آئے ہوئے ہیں اور جس کے سینے پر جبر کے بے لگام گھوڑے سرپٹ دوڑ رہے ہیں، وہ مخلوق جو عزت نفس کے لئے سسک رہی ہے، وہ لوگ جو زندگی کے لئے ترس رہے ہیں، ان کی امنگوں کی نمائندگی کرتے

ہوئے شاہ لطیف سوال کرتے ہیں اور اس سوال کو دہراتے ہیں کہ لوگوں پر ایام غم تو آگئے ہیں لیکن ابھی تک ان کا امام' ان کا قائد' راہنما' نجات دہندہ نظر نہیں آرہا۔ لوگوں نے سن رکھا ہے کہ وہ امام مدینے سے تیار ہو کر چل پڑا ہے۔ وہ امام کعبہ کی منزل پر پڑاؤ ڈال کر ظلم و استحصال سے ٹکر لینے کے لئے چل پڑا ہے۔ لوگ انتظار میں ہیں کہ یہ انتظار کی گھڑیاں کب ختم ہوں گی۔ یہ طاغوت اور ابلیس کا نظام کب محروموں کی گردن آزاد کرے گا۔ ان کے صدیوں کے بوجھ کب ختم کرے گا۔ لوگ اس امید پر زندہ ہیں کہ مدینہ اور مکہ سے نجات دہندہ آتے ہیں۔ یہی تدبیر الٰہی ہے۔

شاہ لطیف بھٹائی کو بیرونی دنیا سے متعارف کرانے والے پہلے یورپی عالم ایچ ٹی سورلے نے شاہ کے بارے میں اپنی کتاب میں اس وقت کے سندھ کے عوام کی حالت زار کا ذکر بھی کیا ہے۔ سورلے کے مطابق کیفیت یہ تھی کہ لوگ دو وقت کی روٹی کیلئے خود کو غلام بنا کر عہد اسلام سے پہلے والی غلامی کی لعنت کو زندہ کئے ہوئے تھے۔ اقبال جتوئی سے سورلے کے حوالے سے ہی لکھا ہے کہ سندھ کے حکمران طبقوں میں عوام کے خلاف ایک فطری اتحاد قائم ہو چکا تھا ان میں کٹر مذہبی طبقے پیر' سید اور جاگیردار شامل تھے۔ یہ ہر قسم کے ٹیکس سے بھی مستثنٰی تھے۔ معاشی مراعات بھی ان کے لئے مخصوص تھیں' علماء اور قاضی' جج اور ماہرین قانون بنائے جاتے تھے۔ نگران اور محتسب کا کام بھی یہی لوگ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ لطیف بھٹائی کی زندگی میں ہی سرکاری طور پر محرم کا تعزیہ جلوس نکالنے پر پابندی لگا دی گئی۔ موسیقی کا دم گھونٹنے کی جو روایت اورنگ زیب عالمگیر سے منسوب ہے وہ سندھ میں بھی پہنچ چکی تھی اور موسیقی کے ساز مثلاً سرود' شہنائی' ناد اور ڈھول بجانے کی ممانعت تھی۔ عورتوں کا باغوں' صوفیا کے مزاروں اور قبرستان میں جانا بند کر دیا گیا تھا۔ یہی نہیں غیر مسلموں کے عبادت کرنے پر بھی پابندی تھی۔

شاہ لطیف بھٹائی متذکرہ تمام پابندیوں کے اپنے صوفی مسلک کے باعث شدید مخالف تھے اس لئے حاکم طبقوں کی طرف سے ان پر ہاتھ تنگ کیا جاتا رہا۔ ان حالات میں انہیں وہ تمام داستانوی کردار اور تاریخی کردار یاد آئے جنہوں نے مدعا کے حصول

کیلئے جان کی بازی لگا دی۔ ایک اور دانشور ڈاکٹر فہمیدہ حسین نے اپنی کتاب "شاہ لطیف کی شاعری میں عورت کا روپ" کے ایک باب "سرکیڈارو کی عورت" میں لکھا ہے۔

"کیڈارو لفظ کے معنی ہیں "جنگ کا میدان" اس سر میں جنگ نامہ کا ماحول بھی ہے اور سوز و گداز کی جذبات نگاری بھی ہے۔ اس میں لڑنے والوں کی بہادری کی شان بھی ہے تو مرنے والوں کا ماتم بھی ہے۔ مگر پھر بھی مرثیہ کے دکھ اور بے بسی کی کیفیات سے زیادہ جنگ میں بہادری سے لڑنے مرنے کیلئے تیار کرنے کا عنصر ہے۔۔۔۔ اس سر کے ابیات کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اگرچہ کربلا کے واقعہ پر مبنی ہیں مگر کئی ابیات بغیر اس حوالے کے ہیں جس سے یوں لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے انہیں اپنے دور کے جنگجو اور بہادر لوگوں کی ہمت بندھانے کیلئے تمثیلاً کہا ہے۔ ان میں کئی جگہ سندھ کا حوالہ بھی ملتا ہے اور اکثریوں بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کے لوگوں کی بات کر رہے ہیں"۔۔۔ مثلاً مندرجہ ذیل بیت میں کربلا کا کوئی حوالہ نہیں۔

کانڈ! کلارین کپرن' ور! وناھیو آء
جت سانگین جی سٹ وھی' ات وکھ ودھندی پاء
تان تان لیں ء م پسان ء جان جان نسوندھی نہ چڑھین

(اے میرے خاوند' اے میرے دولہا' میرے سوہنے محبوب! جہاں اپنے پیاروں کو ساتھ کی ضرورت ہے ادھر بڑھتے رہو اور اس وقت تک کوئی خوف محسوس نہ کرنا جب تک شہادت نصیب نہ ہوجائے)۔

مدعا شہادت مسلم یا غیر مسلم کی تفریق کے بغیر اس بات کی گواہی ہے کہ اعلیٰ انسانی مقاصد کے حصول کیلئے کوئی جان قربان کرگیا اور یہ کہ اعلیٰ ترین معاشرے کے قیام کیلئے جدوجہد میں جان دینا ایک مقدس اور ارفع موت ہے جسے تاریخ کے سینوں میں جگہ ملتی ہے۔

شاہ لطیف بھٹائی نے اپنی زندگی میں ایسے لوگوں کو جان سے گزرتے دیکھا جو معاشرے کو سچ' انصاف اور انسانیت کا نمونہ بنانا چاہتے۔ وہ اٹھائیس برس کے تھے

جب میراں پور میں شاہ عنایت اور ان کے فقیروں کو مغل گورنر' کلہوڑوں' نور محمد بلیجو' حمل خان جت اور سید عبدالواح نے سازش کر کے شہید کر دیا تھا۔ مولانا دین محمد وفائی نے اپنی کتاب لطف اللطیف میں لکھا ہے کہ شاہ لطیف نے اس حادثہ کے بارے میں کئی شعر کہے۔

شاہ لطیف بھٹائی کی زندگی میں ہی ایک دوسرا واقعہ پیش آیا۔ 1732ء میں کلہوڑہ حکمرانوں نے کھڑہ کے مخدوم عبدالرحمٰن اور ان کے نو سو اسی مریدوں کو تہہ تیغ کر دیا --- یہ مقتدر مسلمانوں کے ہاتھوں انسانیت میں ایمان رکھنے والے مسلمانوں کا قتل عام شاہ لطیف کے فکر و خیال پر سایہ فگن رہا۔ خود ٹھیاری کے سید' ارد گرد کے سلسلہ سہروردیہ کے مخدوم' جاگیردار' خود حاکم نور محمد کلہوڑو اور اس عہد کا عالم جو خود کو ریاست کا چیف جسٹس سمجھتا تھا یعنی مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی واقعتاً" شاہ لطیف کے جانی دشمن بنے رہے --- سرکیڈارو انہی حالات و واقعات میں جنم لینے والی شاعری ہے جو ابد الآباد تک دلوں کو درس شہادت دیتی رہے گی۔ کیونکہ ازل سے ابد تک چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ستیزہ کار رہا ہے۔

انسانیت کے ایسے ہی محسنوں کے انتظار میں شاہ کا سر ہمیشہ لوگوں کی دھڑکن بناؤ۔ اب ان داستانوں کو سندھی میں ہی نہیں پنجابی' اردو' فارسی اور انگریزی میں یکجا پیش کر کے خادم حسین سومرو' مردان حر کے ازلی مشن میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں' مجھے یقین ہے کہ پڑھنے والوں کی نظر میں سومرو صاحب سرخرو ہوں گے۔

سید افضل حیدر

سر کیڈارو

ہندوستان کی گائن ودیا کے موجب "کیداری" دیپک راگ کی پانچ استریوں میں سے ایک ہے۔ یہ راگنی آدھی رات کو گائی جاتی ہے اور "سمپورن" کہلاتی ہے۔ کیڈارو سنسکرت شبد "کیدار" کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ کیدار کے معنی ہیں جنگی [redacted] اور رزمیہ کی ایک لافانی مثال ہے۔

یکی از آهنگ هاے پنجگانہ سرزمین هند است۔ این آهنگ شبانگاه سروده می شود و بعنوان سمپوران معرفی می شود۔ کیدارو واژه ء زبان سانسکریتی "زبان هند باستان" است و واژه ء اصلی "کیدار" است۔ معنی کیدار صحنہ نبرد است' این آهنگ یک آهنگ مرثیہ حماسی و همیشہ جاویدان می باشد۔

According to singing education of India, the "Kedarri" is, one of the five, feminine tunes of "[redacted]" (the lighting song).

The Deepak Raag is sung at mid night and called, "Sampuran" (the perfect).

The word "Kidarro" is deformed shape of sansikert word, Kidar".

The word "Kidar" gives the meanings of Battle Field.

This melody is immortal mixing of epicedium and war related poetry.

سُرکیڈارو

داستان اول

١

ڏٺو مُحرّمُ ماهُ، سَنڌڪو شهزادن ٻنهي،
جاڻي هيڪُ اللهُ، ٻاڻ وَڻنديُون جو ڪري.

چن محرم آلِ علی تے دکھ دے کشک لیاوے
کرنے بارا آپے اللہ کردا جو من بھاوے

محرم کا مہینہ آگیا ہے اور دل میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی یاد آئی ہے۔
اللہ ہی راز کو جانتا ہے اور جو اس کو پسند ہے وہی کرتا ہے۔

ماہ محرم آمد و خاطرہ امام حسنؑ و امام حسینؑ در قلب چیرہ شد، تنہا خداوند متعال دانای راز است وانچہ می پسندد انجام می نماید۔

The month of Muharram is arrived and heart is remembering, Imam Hassan (A.S.), and Imam Hussain (A.S.).
Allah has knowledge of secrets and act according to their choice

٢

ڏنو مُحَرَّمُ ماهُ، سَنْڪو شَهزادَنِ ٿيو،

مَڪي، مَديني ماڙهين[٥]، رُنو مَٿي راهَ،

ڌڻي[٦] واحِدَ کي واهَ، جو حُڪُمَ هَلائي ڪَري

آل علی تے ماہ محرم دسے دکھ لیاوندا
مکے اتے مدینے تائیں راہیں کھڑے رواندا
جو بھوندا اوہ کردا سائیں پیش نا کوئی جاندی

محرم کا مہینہ آگیا ہے اور دل نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی یاد آئی ہے۔ مکے اور مدینے اور ہر راہ میں لوگ رو رہے ہیں وہ واحد جو بھی چاہتا ہے وہی حکم چلاتا ہے۔

ماه محرم آمد و خاطره امام حسنؑ و امام حسینؑ قلب ما را در بر گرفت، مردم در مکه و مدینه و در هر نقطه مشغول گریه و فغانند، خدای یکتا بر طبق اراده خود حکم صادر می کند۔

The month of Muharram is arrived and heart is remembering, Imam Hassan (A.S.), and Imam Hussain (A.S.).
In Makkah and Madina and on every way people are crying.
The Alone (God), commands according to own will.

٣

[٧] مُحَرَّمُ موٽي آيو، آيا اُن نہ امامَ،

مَدِيني جا جامَ، [٨] مولا! مون کي ميڙئين!

آگیا فیر محرم مڑکے پر امام رضا نا آئے
ڈھیر مدینے دے توں دولا مینوں دنیں ملائے

محرم کا مہینہ آگیا ہے لیکن امام واپس نہیں آئے۔ اے میرے اللہ مجھے مدینے کے میروں سے ملا۔

ماہ محرم آمد اما امامؑ مراجعت نفرمود۔ خداوندا دیدار سروران مدینہ را نصیبم بگردان۔

The month of Muharram is arrived, but the Imams has not returned. "Oh, god, unite me with the nobles of Madina.

۴

مُحَرَّمُ موٽي آيو، موٽيا ڪان نه اَمير،
مَديني جا مِيرَ، ڏاتَرَ! مون ڏيکارِئين.

محرم آیا اوہ نا آئے رہے اُڈیکاں کردے
دات درس دی دیویں داتے ساڈی جھولی بھردے

محرم لوٹ آیا ہے لیکن مدینے کے میر واپس نہیں آئے۔ اے میرے داتا مجھے مدینہ کے میر دکھا۔

ماہ محرم آمد اما سروران مدینہ مراجعت نفرمودند، خداوند دیدار سروران مدینہ را نصیبم بفرما۔

Muharram is returned back, but the nobles of Madina had not returned. "Oh, my benefactor show me, the nobles of Madina.

ميرَ مَدِينان[9] نِڪري، ڏيرا[5] ڏِناڙن[10]،
ڪاني، پاڻي، گاهَ کي، ماڙهو مُڪاڙن،
چَڙهَندي چِياڙن، تہ نِيندي وِڙهه[11] وَڏاندِڙي[12].

چھڈ مدینا غازی ٹرنپے ڈیرا سبھے لدوایا
ساز سامان جنگ دا لتا توشہ سفر بنھایا
جنگ لمیری لڑنی پیسی دتی سوگھہ سوا راں

میروں نے مدینہ سے نکل کر چھاؤنیاں لگائیں ہر جاندار اور غیر جاندار شے کو
پیغام بھیجا۔ گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے انہوں نے کہا کہ معرکہ بڑا ہو گا۔

سروران مدینہ، مدینہ را ترک کردند و در پادگان ھا مستقر شدند، و برای ھر
مخلوق پیام فرستادند ھنگام سوار شدن بر اسپان گفتند نبرد شدیدی بہ پیش داریم۔

The nobles camped, after coming out of Madina. They send message to every living and non-living thing. While riding on the horse, they said, "the fight will be large.

٦

مِيرَ مديني‌شان نِڪري، رِڙهيا مَٿي رَندَ،[١٣]

گهوڙا لِنِ گهوٽَنِ جا،[١٤] ٻِڙيا مَٿي پَندَ،

جِتي رَهيا رازِڙي، سي سؤنهارا[١٥] هَندَ،

ڪُلها، ڪَرنگهَر،[١٦] ڪَندَ، جُهرَنِ جهوڙنجهارَنِ[١٧] جا.§

میر مدینیوں نکلے باہر جنگ دی کرن تیاری

گھوڑ سواراں پینڈے وڈھے چالے تیز تراری

تھاں سہاوے ہوئے سارے جتھے رات گذاری

مار منزلاں تھکے سوہیے انگ انگ ھے پیا دکھدا

میر مدینہ سے نکل کر راہ پر چلے ہیں۔ ان شہزادوں کے گھوڑے بھی چل رہے ہیں۔ جہاں وہ رات ٹھہرے وہ اعلیٰ مقام ہے۔ سور ماؤں کے کندھے' پشت اور گردن درد سے چور چور ہیں۔

سروران مدینہ را ترک کردند و راھی مقصد خویش شدند' اسپان آن شاھزادگان نیز در حال حرکتند نقاطی کہ آنان در آن اقامت نمودند پر میمنند پشت و گردن دوش ھای دلاوران کوفت و خستہ شدند۔

The nobles moved along the way, after coming out of Madina. The horses of these princes also moving. Where they stayed at night, that is a superior place. The back, neck and shoulders are in ache of valiants.

٧

مِيرَ مَدِينان نِڪري، آنِيا نہ مُوٽِي،

ڪارا رَڱج ڪَپڙا، اَدا نيِروني![1]

اَنْ لين لَء لوني[2]، جي مِيرَ مُسافِرَ رانئيا[3].

ایداں گئے مدینیو مُڑ کے ساڈے میر نا آئے

ویر للاری رنگی کپڑے شاہ کالا رنگ پائے

میر مسافر لدے ایتھوں، میں سڑاں وچ وچھوڑے

شہزادے مدینہ سے گئے اور واپس نہیں آئے۔ اے رنگریز میرے کپڑے کالے رنگ دے۔ میں ان مسافر میروں کے لئے جل رہی ہوں جو اس دنیا سے چلے گئے

شاہزادگان مدینہ را ترک کردند و مراجعت نکردند' الا ای رنگرز لباس مرا مشکین نما' من برای این مسافران گریان و سوزانم کہ جہان را بہ درود گفتند۔

The princes went from Madina and not returned back. "O, cloth dyer, dye my cloths in blase colour. I am burning for those noble travellers, who went from this world.

٨

سَختيُ شَهادَتَ جيُ سُڻا! شاديءَ جو ڏِهاڙو،
ڏَرو ناهِ يَزيدَ کي، نِروار ليکي،
مَرڳ آهي ميڪي عَليءَ جي اولادَ کي.

جام شہادت پینا اکو جیکر ویاہ رچانی
جو کیتا سو عشقے کیتا یزید دوش نا کانی
موت نہیں ایہہ آلِ علی تے وسیا میہنہ ربانی

اماموں کے لئے شہادت کی سختی درحقیقت ایک جشن تھا۔ یزید کو ذرہ بھر بھی
خیال نہیں ہے' علی کی اولاد کے لئے موت ایک راز ہے۔

مصیبت ھای شہادت برای امامانؑ در واقع شہدگون بود' اما یزید ملعون اصلا توجہ
ندارد۔ مرگ برای فرزندان علیؑ یک راز است۔

The hardships of martyrdom of Imamas was uncountedly a festivity. Yazeed have thinked not a jot, that the death is a secret, for the offspring of Ali (A.S.).

۹

سَختي شَهادَت جي پُوري مَلارُ،
ذَرو ناهِ يَزِيدَ کي، اي عِشق جو آثارُ،
کَنگَ جو قرارُ، آصُلُ امامَن سين.

ایہہ شہادت آلِ علی دی ورکھا رہی ہونی
ایہہ سی کھیڈ عشق دی ساری یزید دوش ناکونی
خون دان دا کیتا ویداں آپ اماماں ازلوں

شہادت کی سختی مکمل مسرت ہے یزید کو عشق الٰہی کی کوئی خبر نہیں ہے
اماموں کی یہ شہادت ازلی عہد کی آبیاری تھی۔

مصیبت و تلخی شہادت یک خورسندی کامل است' یزید' کور دل از عشق الٰہی
خبری ندارد' این شہادت امامان آبیاری یک پیمان ازلی بود۔

The hardship of martyrdom is whole happiness. Yazeed have no knowledge about love of God.
The martyrdom of Imams had increased fertility to eternal treaty.

١٠

٦
سَختي شَهادَتَ جي، مُلارُ مِڙُ وِني،
ذَرو ناهِ يَزيدَ کي، آثارُ اُهو ني،
ڪُسَڻُ هو ڪوني، اَصُلُ اِمامَنِ سين.

وڈی دات شہیدی جانو ہے رسی ورتارا
کھیڈ عشق نے آپے کھیڈی کوں یزید وچارا
کیتے قول اماماں جیہڑے اوہی پورے ہوئے

شہادت کی سختی خوشی ہے۔ یزید پر اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اماموں کا قتل ہونا دراصل راہ حق پر فدا ہونا تھا۔

مصیبت شہادت خور سندی است، اما بر یزید تاثیری ندارد، قتل شدن امامان در واقع نثار شدن در راہ حق بودہ است۔

The hardship of martyrdom is happiness, Yazeed has no effects of this. The murder of Imams is infact the sacrifice on the path of truth.

١١

ڏکي شهادت جي، سوروني ناز،
رند پروڙين راز ١٠ قضيي، ڪربلا جو؛

عشق دے قدمی جو سر دھر دے اوہ ہی ساز پچھانن
گجھا بھیت کربلا والا عارف کامل جانن

شہادت کی سختی ایک اعزاز تھا۔ کربلا کے واقعہ کی پرکھ رند ہی کر سکتے ہیں۔

مصیبت شہادت یک افتخار بود؛ تنہا قلندران و مستان می الست می توانند
حقیقت فاجعہ کربلا را درک کنند۔

The hardship of martyrdom is a reward by Allah. Only a perfect devotee can examine the happenings of Karbala.

وائی

اَڄُ مِيرَ مومِنَنِ جا، مَدِينو ڇَڏي هَلِيا،
مَدِينو ڇَڏي هَلِيا، سي مَدِينئُون لَڏي هَلِيا،
هَيءَ! هَيءَ! مَدِينو ڇَڏي هَلِيا!
سِڄُ چَنڊُ، مُصطفيٰ ڏي، اَڪيلِ گڏي هَلِيا!
هَيءَ! هَيءَ! اَنڌارَ ڏِي، اِنِ ري، تارا لَڏي هَلِيا!

اج اوہ میرے موماناں سندے ٹرگئے چھڈ مدینا ہائے
کیتا کوچ مدینیوں پیارے ڈیرے ڈنڈے سارے چائے
ٹرگئے چھڈ مدینا ہائے
سورج چن مُصطفے کو لے رَل کے ماتم کرنے آئے
ٹرگئے چھڈ مدینا ہائے
تارے چُھپے ہنیرا ۔ ۔ ۔ ، ہویا قہر نا تکیا جائے
ٹرگئے چھڈ مدینا ہائے

آج مومنوں کے میر مدینہ کو چھوڑ کر چلے ہیں۔ مدینہ چھوڑ چلے وہ مدینہ سے

کہیں اور منتقل ہو گئے۔ ہائے ہائے مدینہ کو وہ چھوڑ کر چلے گئے۔
یہ مصطفیٰ کے سورج اور چاند ایک ہی جگہ چلے گئے۔ ہائے ہائے اندھیرا ہو گیا۔
ان کے بغیر ستارے بھی مدھم ہو گئے۔

سروران مومنین امروز مدینہ را وارند ترک می کنند و راهی نقطہ ای دیگر شدند'
افسوس آنان از مدینہ رفتند' خورشید ھا وماھای حضرت پیامبرؐ ھمہ بہ یک نقطہ رفتند'
تاریکی ھمہ سو را در برگرفت' بدون آنان حتی ستارگان تیرہ شدند۔

Today the leader of faithfuls went from Madina, they left Madina, they shifted somewhere else from Madina. Alas. Alas, they left Madina and went away the sun and moon of Mustafa (P.B.U.H), went to some place. Alas, Alas, its dark. Without them all the stars are dim.

داستان دوئم

۱

۱ ۲ ۳
چندٗ وھاٹي؁ چڑھیا، مَلّھ مدینئان میر؁
۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹
اَن سین طبل، باز، تبرون؛ کُند، کٹاراٰ، کیین؛
۱۰ ۱۱
علي؁ پٹ امیر، کندا واڑو رڪ سین.

لتھا چن سورمے جاگے، چڑھ پئے ویر کرارے
باز نگارے برچھے بھالے لتے تیز کٹارے
چڑھے جنگ نوں پُت علی دے رُک (۱) دا اسلحہ لے کے

یہ بہادر میر چاند کے غروب ہوتے ہی مدینہ سے جنگ کے لئے سوار ہو کر نکلے۔ ان کے ساتھ نقارے، شکاری عقاب، کلہاڑیاں، نیزے، خنجر اور برچھیاں تھیں۔ علی کے میر بیٹے فولاد کے ہتھیاروں سے جنگ کریں گے۔

این دلاوران سرور ، بمحض غروب ماہ مدینہ را جهت انجام یک نبرد ترک کردند، آنان با نقارہ ھا، عقاب ھای شکاری، تبر ھا، نیزہ ھا، خنجر ھا و سنان ھا مجهز بودند۔ فرزندان بزرگوار علیؑ با سلاح ھای پولادین جنگ خواھند کرد۔

These brave nobles set off from Madina, soon after the setting of moon, for battle. Alongwith them are kettle drums, prey hawks, axes, spears, daggers and lances. The noble sons of Ali (A.S.), will fight with weapons of steel.

۲

چَندَ وِهاڻيءِ چڙهيا، مَلهَه مَديني جان گهوڙ،

اِن سين طَبَلَ، باز، نيزون، گُرزَ، کٽارا، ڪوٽ؛ ۱۲

عَليءِ پُٽَ اَموٽ، ڪَندا رازُ وِرُڪَ سين.

چند لٹھے تے گھوڑ سواراں کُوچ مدینیوں کیتا
جنگ کرن دی کری تیاری پورا اسلحہ لیتا
سنمُکھ لڑدے پُت علی دے پتھے نیوان کدی نا

چاند کے غروب ہوتے ہی مدینہ کے شہزادے سوار ہوئے۔ ان کے ساتھ طبل' باز' نیزے اور گرز تھے۔ علی کے بیٹے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ وہ فولاد کے ہتھیاروں سے جنگ کریں گے۔

شاہزادگان مدینہ بمحض غروب ماہ سوار اسپان شدند' آنان با طبل' بازها' ونیزه ها مجهز بودند' فرزندان علی هرگز عقب نشینی نخواهند کرد آنان همراه سلاح های پولادین جنگ خواهند کرد۔

The princes of Madina, mounted soon after moonset. Alongwith them pre large drums, hawks, spears and war hammers The sons of Ali (A.S.), are not among those who get retreated. They will fight with weapons of steel.

۳

چَپ وِهاڻيءَ چڙهيا، مَلهَ مَديِنان جامَ،

اِن سين طَبَلَ، بازَ، تَبَرُون، نيزا ۽ نِشانَ؛

عَليءَ پُٽَ اَهامَ، ڪَندا[۱۳] راڙو رُڪَ سين.

چند لہے تے جگے سورمے گونجن پئے جنے کارے
بجن نکارے جھنڈے جھولن، تے نیزے شکارے
جوجھن نال کفر دے صادق پت علی دے

چاند کے غروب ہوتے ہی مدینے کے تابعہ سردار سوار ہوئے۔ ان کے ساتھ طبل، باز، تبر، نیزے اور نشان تھے۔ علی کے نوجوان فولاد کے ساتھ جنگ کریں گے۔

سروران تابعہ ء مدینہ بمحض غروب ماہ مدینہ را ترک کردند، آنان با طبل و پیکان و نیزہ مجہز بودند، جوانمردان علی با سلاح ھای پولادین جنگ خواہند کرد۔

Soon after the moon setting, the rulers of Madina mounted. They have alongwith them, large drums, hawks, hatchets, spears, and emblems. The youths of Ali (A.S.) will use steel for fight.

maablib.org

۴

۱۴
ڪربلا جي پٽ ۾، خيما ڪوڙيائون
۱۵
جهيڙو يزيد سامهون، جُڳيبي جوڙيائون،
۱۶
مُنهن نه موڙيائون، ڀَسي ٽاڻ ترار جو.

کربل دے وچ جا اماماں پڑ وچ تنبو لائے
ٹکرے نال یزیدی فوجاں غازی جوش چ آئے
کہاندے پہٹ تے مارن تیغاں سورمے مونہہ نا موڑن

کربلا کے میدان میں خیمے لگائے اور یزید کے لشکر کے ساتھ جوش و جذبے سے جنگ لڑی۔ تلواروں کے سائے میں ہوتے ہوئے بھی وہ نہیں ڈرے۔

در صحنہ کربلا خیمہ زن شدند و با لشکر یزید ملعون با جذبہ و روحیہ ء قوی مبارزہ کردند آنان از شمشیرها هیچ وحشتی نداشتند۔

They camped in planes of Karbala and fought with forces of Yazeed, with full enthusiasm. The were not afraid even under the shadow of swords.

۵

دَنامِلَ ڪَربَلا ۾، اَهْلِ[۱۷] بَيْتَ آئيا،

ماري مِصرِاڻِ سين، اُن ڪافِرَ[۱۸] ڪَٻاڻا،

ٿِي[۱۹] ڪِ ٻِيجيءَ جاڻا، هَهڙا[۲۰] سُورِهَ سُهڙينِ؟

اُترے آن کربل اندر پیغمبر دے جانے
مصری تیغاں واد اونہاں نے آ ویری کمبانے
بی بی فاطمہ کُکھوں جائے ایہہ جودھے بلکاری

حضرت محمدؐ کے اہل بیت کربلا میں آئے اور مصر کی بنی ہوئی تلواروں سے دشمنوں کو مارا اور وہ ہیبت زدہ ہو گئے۔ بیشک بی بی فاطمہ نے ایسے بہادروں کو جنم دیا۔

عترت طاہرہ ٔ حضرت پیامبرؐ وارد کربلا شد و دشمنان را باشمشیر ہای مصری ہلاک کردند و دشمنان را سراسیمہ کردند۔ بدون تردید حضرت زہراءؑ چنین دلاوران را زائید۔

The family members of Hazrat Mohammad (P.B.U.H.) came in Karbala and they pushed and killed their enemies with swords made of Egypt. No doubt that virtuous and respectable Fatima (A.S.) gave birth to such high-spirited valiants.

٦

ڪامِلَ ڪَربَلا ۾، آيا سَيّدَ شيرَ،

٢١

ماري مِصرِيُنِ سين، ڍِڳِ ڪيائون ڍيرَ،

١٠

ڏَڪِيا اُنِ دِليرَ، ڏِسي حَملو مِيرَ حُسينَ جو.

سید شیر علی دے بیٹے وچ کربل دے بے
نال مصریاں لاشاں دے اوس وڈھ ڈھیر لگائے
بڑے بڑے دلیر وی سہمے ھلا تک حسین دا

کربلا میں کامل سید شیر آئے۔ مصری تلواروں سے انہوں نے دشمنوں کے پشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ امام حسین کے حملے سے دلیر بھی کانپ گئے۔

شیر مرداں سادات تاب وارد کربلا شدن و انباشتہائی از اجساد دشمنان بہ استفادہ از شمشیرھائی مصری ایجاب کردن دلیر مردان نیز از حملہ امام حسینؑ سراسیمہ شدن

The perfect sayyed lions came to Karbala. They accumulate their enemy with Egyptian Swords. The braves were trembling with fear, due to, the onslaught of Imam Hussain (A.S.).

٧

كَامِلَ كَرَبَلا ۾، آيا جُنگ جُوانَ،

ڌرِلي ڌُبي، لَرزِي، لَرَزِليا آسمانَ،

ڪَرِهِ هُئي ڪانَ، هو نَظارو نِيهُن جو.

: سے بہادر جنگی جودھے وچ کربل دے آئے
دھرت آکاش تھر تھر کمبے جاں کھنڈے کھڑکائے
جنگ نہیں ایہہ عشق الٰہی آپے جوش وچ آیا

کربلا میں کامل بہادر جوان آئے۔ دھرتی لرز گئی۔ اور آسمان تھرتھرا گئے۔ یہ کوئی معمولی جنگ نہیں تھی یہ تو الٰہی محبت کا مظاہرہ تھا۔

سروران شیر مرد وارد کربلا شدند، زمین و آسمان لرزان شدند، این یک جنگ عادی نبود، این جنگ از عشق الٰہی سرشار بود۔

The perfect courageous youths came to Karbala. The earth is shivering and sky is vibrating. This was not an ordinary battle, this was exhibition of divine love.

۸

كامِلَ كَربَلا ۾ پاڻَ آيا پِڻِ

پَهُ ڪَيائون پاڻَ ۾ مُقابِلِ وِهي

قَضا هِيءَ ڪِهڙي، هَيءَ! هَيءَ! لِي حُسَينَ سِين؟

جانثاراں دی وچ کربل، سی اک ٹولی آئی
سچ توں جاناں وارن سندی بہہ تجویز بنائی
ڈُسر دا لکھیا مندا ناہیں جو حسین لکھوایا

~~کامل کربلا کے میدان میں خود ہی آگئے۔~~ انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ
کیا۔ ہائے ہائے یہ کونسی قضا آئی ہے حسین کے سر پر۔

سروران کامل بہ میل و ارادہ خود وارد کربلا شدند' و با یکدیگر مشورت کر...
خداوند این چہ مصیبتی بودہ کہ بہ حسینؑ وارد شد۔

The perfects came themselves to Karbala. They mutually consolidated. Alas, Alas, what this destiny is, which came upon Hussain's (A.S.) head.

٩

كامِلَ كَربَلا ۾، آيا اَڄُ اَميرَ،
وِڙهي ويرِيُنِ سامُهان، لِڪا هَنيائون تيرَ،
هُئي اِيَ تقديرَ، امامَنِ سين اَڳهين.

ح غازی امام حسین دے وچ کربل دے آئے
ساہویں ہوکے ویراں سنہہ سنہہ تکھے تیر چلائے
ازلاں توں ہی ایسی ہونی، میراں نے لکھوائی

کربلا میں کامل میر آگئے۔ اور دشمنوں کے سامنے کھڑے ہو کر انھوں نے تیر
.. ازی کے جوہر دکھائے۔ ازل سے ہی یہ تقدیر اماموں کیلئے لکھ دی گئی تھی۔

سروران کامل وارد کربلا شدند' و در برابر دشمنان ایستادگی و صلابت از خود
نشان دادند' ازهمان ابتدای آفرینش چنین سرنوشتی برای امامان تعیین شده بود

The perfect nobles came in Karbala. They stood against the enemy and performed archery. Infact from the beginning this fate of Imam was written.

١٠

دوسِتَ کُهالي دادُلا[٥]، مُحِبُّ[٦] مارالي،

خاصَن حَيانِ[٧] کي، سَختيوُن سَهاني،

اَللهُ اَلصَّمَدُ[٨] بي نيازُ[٩]، سا ڪَري، جا [illegible]ي،

[illegible] مَنجھِ آهي، ڪا اُونهي ڳالھِ اسرارَ جي

اپنے ہی اوہ یاراں سندا دیکھو خون کراوے
سختی کرے تسہیے دیوے پرکھے تے ازماوے
بے پرواہ ھے ساذا اللہ کردا جو من بھاوے
اس وچ وی ھے اوس نے اپنا گجھا بھیت لُکایا

مالک اپنے دوستوں اور دلبروں کو شہید کرواتا ہے اپنے خاص دوستوں کا امتحان لیتا ہے۔ بے نیاز اللہ کے جی میں جو آتا ہے وہی کرتا ہے اس میں بھی کوئی گہرے راز کی بات پوشیدہ ہے۔

آقا و سرور دوستان و فرزندان خود را جہت نوشیدن جرعہ ء شہادت بہ سختہ نبرد اعزام می نماید و دوستان خالص خویش را می آزماید۔ خداوند بی نیاز آنچہ می خواھد انجام می دھد، راز عمیقی در این حکمت نہفتہ است۔

The lord martyrs his beloved and friends. He gives hardships to his special friends. The carefree, Allah do as he wish to do. There will be some deep secret accommodating in this matter.

وائي

واويلا! واويلا! ڪيو مَلڪن[10] رڻ ماتم!

هَيءِ! هَيءِ! شاهَ حُسينَ[11] سِڌارِيو!

ڪَربلا جي پَٽَ ۾، خيما[12] کوڙيائون،

جيڪا رَضا رَبَّ جي، لِکيو لوڙيائون؛

ڪَربلا جي پَٽَ ۾، آيا اَڄُ اَميرَ،

ڄُهڙ وَراڻي ڄوريءَ ڄَڱيهان، طَرف سَندي تَقديرَ؛

پَسي سَختي مِيرُ حُسينَ جي، رُنو نَبيَن زارون زارِ،

مَلَڪَ، فَلَڪَ، ذَرا[13] ڏُٻيءَ، آئي عَرشَ مَٿان اوڇنگارَ.‡

کرن محسوس فرشتے رل کے
شاہ دا ماتم سارے چھایا
ہائے ہائے حسین سدھایا
آن کربل تنبو گڈے
سو ہویا جو رب نوں بھایا

ہائے ہائے حسین سدھایا

درد غماں دے بدل چھائے

جدا اوہ میر کربل آیا

ہائے ہائے حسین سدھایا

شاہ حسین دے پھٹاں زخماں

نبیاں تائیں رُلایا

ہائے ہائے حسین سدھایا

عرشاں فرشاں دھرت آکاشاں

وین الاپے سوگ منایا

ہائے ہائے حسین سدھایا

ہائے ہائے کربلا میں فرشتوں نے ماتم کیا۔
ہائے ہائے شاہ حسین چلے گئے۔
کربلا کے میدان میں انہوں نے خیمے لگائے۔

حسین کی رضا تھی اس کو برداشت کیا۔ کربلا کے میدان میں آج میر آئے۔ تقدیر کے سیاہ بادلوں نے انہیں گھیر لیا۔ میر حسین کی تکلیف پر نبی بھی روئے۔ ملائکہ، فلک، زمین لرز گئے اور آسمان سے رونے کی آواز آئی۔

افسوس خوشتگان در کربلا بہ ماتم نشستند۔ افسوس سرور شہیدان حسینؑ رفت آنان در سرزمین کربلا خیام را نصب کردند آنان در برابر رضای الہی خود را تسلیم کردند، سروران امروز وارد کربلا شدند، مصیبت ھای تیرہ و تار آنان را در برگرفت، حتی پیامبرؐ بر مصائب سالار شہیدان حسین گریست۔

Alas Alas, the angles mourned in Karbala.
Alas Alas, the shah (king) Hussain (A.S.) went away.
They camped in plains of Karbala.
What was according to approval of the lord. They tolerated the hardship. Today the noble came in ground of Karbala. The black clouds of fate surrounded them. On hearing the hardship of noble Hussain (A.S.) the prophets cried. Angles, sky and earth, trembled and voices of crying were heard from sky.

داستان سوم

١

ٻَلو[1] ڪالهه ڪنهين، جهوُنجهارَ ڪر جهڳڙو،
هاٿين[3] هَڏَ مُڇاڙيا[2]، رهاو رَتَ نئين،
پاڙِن سا سَٽيِن، جِتان[4] جيءُ جوکو ٿئي؟

ہے کوئی کل جس نے دیکھے، لڑدے جنگ ججھارے
ہاتھی ورگے گبھرو ڈگدے پھندے ہو پھوھارے
جنگ اک کھیڈ سورمیاں بھانے، جان دی بازی لوندے

کیا ہے جس نے اپنی آنکھوں سے ان بہادروں کی جنگ دیکھی ہو۔ ہاتھیوں نے بھی خون بہایا۔ اور اپنے جسم کو چور چور کیا۔ بہادر اس منزل کو آسان سمجھتے ہیں جہاں جان کو خطرہ ہوتا ہے۔

آیا کسی هست کہ باچشمان خود مبارزہء این دلاوران را دیدہ باشد؟ پیل ها هم خون ریختند، وبدن خود را تکہ تکہ کردند، دلاوران مراحل خطرناک را بہ جان می خرند۔

Is there any one who saw the fight of these valiants by his own eyes. The elephants shed blood, and broken into fragments their own bodies. The braves consider that destination easy, where the life is endangered.

٢

ڪاري[5] ڪَڪَر هيٺِ، مون جهيڙيندا ڇڏيا،

ڪارا ڪُندَ هٿن ۾، اَڙَل[6] وَڇيرا هيٺِ،

تِي لڄنِ سين ڏِٺِ، مرڻُ[7] جنين ميهڙو.

دھوڑ دے کالے بدلاں ہیٹھاں گیہہ گچ ہونی لڑائی
ہتھیں بھالے مچھرے گھوڑے رن وچ کرن کُدائی۔
پنھ دکھاونی مہنا جانن، اوہ سورمے میں دیکھے

کالے بادلوں کے نیچے میں نے انہیں جنگ کرتے ہوئے چھوڑا۔ ان کے ہاتھوں میں جنگی ہتھیار تھے اور وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ میں نے ان کا دیدار کیا جو جنگ کے میدان سے واپس آنا عیب سمجھتے ہیں۔

زیر ابر ھای سیاہ آنان را در حال جنگ دیدم سلاح ھای نبرد را بدست گرفتہ بودند و سوار اسپان بودند من بہ دیدار کسانی رفتم کہ عقب نشینی از صحنہ ء نبرد برای شان عار بود۔

Under the black clouds, I left, them while fighting. The battle weapons were in their hands and they were mounted on horses. I sighted those, who think disgrace, to get retreated from battle field.

۳

آبا، اجارین؛ تنڪ، [8] ترارڙن [9] لٹرا،

سانگيڙن [12] سانُ هَمَڪ [11] ، ڪُلهنڙن [10] ۾ لاهين،

اباڻي آهين، مُهاڻي [13] مرڪ لي.

تکھے کرن ہتھیار اونہاں دے سکیگر وی آئے
پر نا کو جودھا ہتھ اونہاں دے اپنی سانگ پھڑائے
مرنوں مول نا ڈردے سورمے، چڑھیا چاہ شہادت

ہتھیار صاف کرنے والے کلہاڑیاں اور تلواریں چمکا رہے ہیں۔ بہادروں کے ہاتھوں میں نیزے ہیں وہ ان کو کاندھوں سے نہیں اتار رہے ہیں۔ شہادت کا شوق رکھنے والے مرنے کے لئے تیار ہیں۔

لشکریان مشغول صیقل کردن شمشیرها و تیرها می باشد۔ دلاوران نیزہ برکف بہ اشتیاق شہادت آمادہ ء نثار کردن جان های خود می باشد۔

The weapon cleaners are giving shine to swords and axes. The spears are in hands of braves and they are not ready to put away these spears from their shoulders. The persons who have desire for martyrdom, they are sitting ready to be killed.

۴

هَڻُ، هَڪلَڻُ، ٻيلي سارَڻُ[۱۳]، مانجهيان اِي مَرَڪُ،

وِڄُن لان نه فَرَقُ، رُڪَ وَهنديءَ راندِ[۱۵] ۾ ۱۰

مارن تیغاں تنکن گھوڑے سانبھن ساتھی گردے

گُہتم گُتھا ہوئے رہندے خالی تھانواں بھردے

حملہ کرنا، گھوڑوں پر سوار ہونا اور ساتھیوں کا خیال رکھنا یہ بہادروں کا شیوا ہے۔ یہ جنگ کے میدان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ڈالتے۔

حملہ کردن، سوار شدن بر اسپ ها و مدارات پیروان خود شیوهء دلاوران است۔ آنان در صحنہ نبرد قائل کوچکترین تفاوتی نمی باشند۔

To attack, ride on horses and take care of companions is tradition of valiants. They don't even make a difference equal to a jot in battle field.

٥

ٻَهادُرَ ڳَڏِيا ٻَهادُرِيُن، کَڙڪَ[١٦] ڪِلُوَلِ[١٧] ڪَنِ،
وِڄُهنِ ڏَرَ ڏَڙَنِ لِي، هاڪارِيُنِ[١٨]، هَٽَنِ،
ڀِڳَرِنِ، ڪَنڌَ نَچَنِ، رِڻُ ڳَجِيو، راڙو ٿيو.

بھڑن سورمے تیغاں کھڑکن تے مارن لشکارے
لاشاں دے اوہ ستھر لاوندے رن گونجن للکارے
سیس دھڑاں توں پھرنی کھاکے ڈگن زخمی دے اُتے

بہادر، بہادروں کے سامنے ہوئے ہیں اور تلواروں کی آوازیں آرہی ہیں۔ وہ للکار کر حملے کر رہے ہیں۔ اور سر ہی سر گر رہے ہیں۔ بہادر میدان پر گر رہے ہیں۔ اور ان کے سر ناچ رہے ہیں۔ جنگ کے میدان میں شوروغل اور آہ و زاری ہو رہی ہے۔

دلاوران بمقابلہ ء دشمنان ایستادند صدای شمشیرھا طنین افکن است آنان بمبارزہ می طلبند و حملہ می کنند و سرھا از تن ھا جدا می شوند۔ دلاوران در صحنہ نبرد بہ زمین می افتند و سرھایشان رقصانند، نالہ و غوغا در صحنہ نبرد آغاز شدہ است و صدای شیون و زاری بگوش می خورد۔

The braves are opposing the braves and sounds of swords is coming. They are attacking by challenging and heads are falling all over. The braves are felling on grounds and their heads are dancing. There is loud noise in battle field and grief and mourning is done.

٦

هوڏانهن هُنِ هاڪارِيو، هيڏانهن هي هَٿَنِ،

سُرنائُن ۽ سُنڌڙا[19]، ٻِنهِين[20] پارِ ٻرنِ[21]،

گهوٽنِ ۽ گهوڙنِ، رڻ ۾ لاتون لڏيون.×

اوہ للکارے اودھر مار، ایدھر سورمے گجن

بگل دمامے ڈھول ڈھمکے چوبیس پاسیں بجن

گھوڑے تے سوار دونہاں دے موت نے متھے جوڑے

ادھر سے انہوں نے للکارا، شہنائی اور دوسرے ساز دونوں طرف سے بج رہے ہیں۔ دولہوں اور گھوڑوں نے صحرا میں سیج سجائی۔

آنان دشمنان را بمبارزه طلبیدند۔ صدای نقاره های جنگی از دوسو شنیده شد، داماد ها و اسپ ها و حجله عروسی در کویر تزئین شدند۔

They challenged from other side. The sounds of clarion and other instruments was coming. The bridegrooms and horses had decorated their wedding bed in desert.

۷

گهوڙنِ ۽ گهوٽنِ، جَنِ ٿورا ڏِينهڙا،
ڪَڏهِن مَنجهه ڪوٽَنِ[۲۲]، ڪَڏهِن واهي رڻَ جا.

گھوڑے تے سردار دا جیون چار دیہاڑے رہندا
کوٹ کدی رن کھیتر اندر بُھنجے سوونا پیندا

دولہے اور گھوڑے مختصر زندہ رہتے ہیں۔ کبھی وہ قلعوں میں بند ہوتے ہیں اور کبھی صحرا میں ان کا سفر ہوتا ہے۔

داماد ھا و اسپ ھا طولان نیست، گاہ آنان در دژھا حبس می شوند وگاہ در کویر مسافرت می کنند۔

The life of bridegrooms and horses is short. Sometime they are prevented to castles and sometime they travel in desert.

٨

٢٣

گهوڙو گهوٽ پلاڻيو، مٿس زين ذري،

علي شير پٽن کي، اڀ سڏ ڪري،

قضا ڪينءَ ٽري، جنءَ امر الاهي آئيو.

شہزادے پلانے کاٹھی گھوڑا ڈگیا نال سوارے

شیر خدا دا علی کہلوتا پُت نوں ہاکاں مارے

بہانا رب دا ٹلدا ناہیں دُھر درگاہوں آیا

گھوڑے کو شہزادے نے زین ڈال کر سجایا ہے۔ علی شیر کے بیٹوں کو اوپر سے بلاوا ہو رہا ہے۔ قضا کیسے ٹلتی کیونکہ یہ امرِ الٰہی تھا۔

شاہزادہ سرج را بر اسپ نهاد، فرزندان علی شیر یزدان را از آسمان صدا می زنند۔ قضا نمی تواند تغیر یابد چراکہ این امر الٰہی است۔

The prince has decorated his horse by putting saddle on it. The invitation from upper is made for sons of Ali (A.S.), the lion. Destiny can't be replaced because this was divine command.

maablib.org

٩

جهمندا ؤن اچن جهوليؤن جهونجهارن جؤن،

پايو پک ٿهار جا، ان جؤن وهؤن واکا کن،

پنين پار کندن رڻ گهمن راڙو ليو.

زخمی رن چوں چکن دے لئی جھولے لے کے آون

پٹن ناراں مار دو ہتھڑ مٹی سر وچ پاون

پاون وین شیدا ناں وانگر اُنہیا چیک چہاڑا

بہادروں کی ڈولیاں جنگ کے میدان سے جھومتی آرہی ہیں اور ان کی بیوائیں زار زار روتے ہوئے سر میں خاک ڈال رہی ہیں۔ وہ آہ و فغاں کر رہی ہیں اور جنگ کے میدان میں جولان ہے۔

اجساد دلاوران در صحنہ نبرد در حال حرکتند و بیوہ ھای آنان نالہ و فریاد می کنند وخاک را بر سر خود می پاشند، آنان در صحنہ ء نبرد مشغول نالہ و فغانند۔

The sedans of braves are coming, swinging from battle grounds, and their widows are weeping bitterly by putting dust on their foreheads. They are crying and weeping, loudly and there is lot of movement in battle field.

"ڪاڻڍ! ڪلارين[10] ڪيڙين[6]، وڙ![7] ونا ٻهو[8] آهه[5]،
جيءَ سانگين جي سٽ وهي، اسو ڪِوَڍلدي پاه[9]،
ٽان ٽان پڙ مريا،[20] جان جان نوڙين نه چڙهين."[20] §

ميں مانياں[10] بينھی ڈھولا رتے کپڑے آویں
جس پاسے ول تیغاں کھڑکن اودھر قدم ودھاوئیں
لاواں لین توں پہلاں ڈھولا چنتا فکر کریں نا

اے دولہے تم شادی کا جوڑا پہن کر سیج پر آؤ۔ جہاں نیزوں کی تیزی اور کڑک ہے وہاں تیزی سے جاؤ۔ جب تک تم نے شہادت کی شادی نہیں کی ہے تب تک تم خطرہ نہ سمجھو۔

ای تازہ داماد بالباس عروسی بہ حجلہ عروسی بیا۔ آری حجلہ عروسی تو صحنہ نبرد است جائیکہ صدای شمشیر و سنان طنین افکن است بہ سوی آن صحنہ بشتاب تازمانیکہ باشہادت عروسی نکنی خطری نداشتہ باش۔

'Oh', bridegroom, wear your bridal dress and come to wedding bed. Where sharpness and cutting of spears is in full motion. Don't think yourself in danger until you have not married with martyrdom.

11

ڀَڄُ آئون نه چوان، ڀاڙيون نه وِسَهان،
ڪانڌَ مُنهن ۾ ڌَڪڙا، سهيندي سُونهان،
ته پُٺِ لَڄَ مَران، جي هُوندس پُٺِ ۾.

بھجے رن چون کنت نا میرا جوجھے مرے سو میرا
مونہہ چھاتی جے پھٹڑ ہوئے کراں ماں ودھیرا
جیکر پٹھ میں زخمی دیکھا شرم نال مرجاواں

میں اپنے شوہر کو جنگ کے میدان سے بھاگا ہوا نہیں کہوں گی۔ اور جب اس کے مرنے کا سنوں گی تو اعتبار کروں گی۔ اگر اس کے چہرے پر زخم ہوں گے۔ تو میں سہیلیوں کے آگے سرخرو ہوں گی۔ اگر اس کی پشت پر زخم ہو گا تو شرم سے مرجاؤں گی۔

من همسرم را بعنوان فرار کننده از صحنه نبرد معرفی نخواهم کرد هنگامیکه خبر مرگش بمن رسید یقین خواهم کرد۔ اگر صورت وی پراز زخم ها باشد در برابر دوستان خویش افتخار خواهم کرد و اگر پشت وی مجروح باشد از شرم جان را به جان آفرین خواهم سپرد۔

I will not say my husband to retreat or run away from the battle field. When I will hear about his death. I will trust the information. If he got wound on his face I will be proud among my friends. If he has wounds on back, then I will be killed by shame.

١٢

"ڀَڄي آئين ڀَڄڻا، لَڄايءِ مون، ٻارَ!

ويڙهؤن ڪَنِ ڪُوارَ، مُنهَن مَٿاهان جن جا."

جیکر رن چون بھج کے آوے مراں شرم دی ماری

کنت جہناں دے سن مُکھ موئے طعنے دیون بھاری

او جنگ کے میدان سے بھاگنے والے تم نے مجھے شرمسار کیا ہے۔ جو سرخرو ہیں وہ مجھے طعنہ دے رہے ہیں۔

ای فرار کنندہ از صحنہ نبرد شما مرا شرمند نمودید۔ کسانیکہ سرفرزاند بہ من طعنہ می زنند۔

'Oh,' deserter from battle field, you have ashamed me. Those who are honoured and successful are reproaching me.

maablib.org

۱۳

"ڀَڄِي آئين ڀَڄا! لَڄائيء مون، سڄڻا!
وِلهُون وِجهن وارا، مُنهن مَٿاهان جن جا."

کنتا جے توں آیا بھج کے میں مونہہ کیویں دکھاواں
ویراں دیاں ناراں پاسوں طعنے مہنے کھاواں

جنگ کے میدان سے بھاگ آئے ہو۔ تم نے میرے رشتے داروں کو شرمسار کیا۔ جن کے سربلند ہیں وہ بین ڈال رہی ہیں۔

از صحنہ نبرد فرار کردید۔ شما درمیان بستگانم مرا شرمندہ کردید و کسانیکہ سرفرازند مشغول شیون و زاری می باشند۔

You ran away from battle field and ashamed my relatives. Those who are successful are crying and shouting for death.

۱۴

مُنهن مَٽاڻا جن جا، سي پَچين ڪَڍَن پاڙ

جهڙا ته هُجن جهجهار، اُباري سُو آجا ڪيا ۴

پتی جہناں دے سن مُکھ موئے پاون وین ڈونگھیں

تاں وڈیاں دا روشن کیتا سیتو ڈھولے مین

جن کے سر بلند ہیں وہ زار و قطار رو رہے ہیں۔ اے میری سہیلیو اس بہادر نے اپنے آبا و اجداد کو سرخرو کیا ہے۔

کسانیکه سرفرازند اشک از چشمانشان می بارد' دوستان من این مرد شجاع نیاکان خود را سرفراز کرد۔

Those who are honoured are weeping bitterly. 'O' my companions this valiant has honoured his forefather's.

١٥

مَرُ مَرين آئون رُئَندي[١٢]! موٽي آءُ مَ، ڪانڌَ!

ڪَنَّين[١٣] وڏا پاڙَ[١٤]، جِڏَ ٿورا ڏِيهَڙا.

جوجهہ مرے تا رووان ڈھولے رن چوں بهج نا آئیں

اسیں تا ریتا طعنے ریتے ریندی دنیا تائیں

تم [illegible] اے میرے خاوند لوٹ کر مت آ طعنوں کا

[illegible]

شما کشته شوید و من ناله و فغان کنم. همسرم مراجعت مکن، دامنه طعنه ها

بسیار گسترده است و زندگی بسیار کوتاه می باشد.

You die and I will cry and weep for you. "O" my husband don't come back. The hold of taunt is much large and to life alive is much short.

١٦

مُڙُ مَرِين، آئون رُنءِ! مونِي، ڪانڌَ! مَ آءِ،
مِهڻا[15] لو پُٺاءِ[16]، ڪَچا[17] ڪَنِ جهڏاءُن.

شالا نہ ہوئے توں مر جاویں تے میں رووّاں
انج آون تو بھاوے میریاں سایاں مول نہ آ
انج نہ ہووئے تیرے مگروں میریاں سیاں مینوں
جے کوجھے مرن دا مہناں دیون چولی پا

تم مر جاؤ تو میں روؤں۔ اے میرے خاوند لوٹ کر مت آنا۔ ایسے نہ ہو
تمہارے بعد میری ہمجولیاں مجھے طعنے دیں۔

شما کشته شوید و من ناله و فغان کنم۔ همسرم مراجعت مکن مبادا دوستانم مرا
طعن زنند۔

You die and I will cry and weep for you. ‘O’ my husband don’t come back. Such not happen that after you, my companions should taunt me.

وائی

يا عَلي! عَلي! سِرِ يَتيمَنِ جي آئي!

آہر حُڪُمُ اَللهَ جو، يا اِمامَ!

ہَنِ وڇوڙو مَوتَ جو، هَيءَ! وو! چارَني پَهَرَ جُدائي.

آڱرَ پَٽَرَ ميڙي، سائين! اَلا! ٻيبيءَ ديڳِ چاڙهائي،

ڄڻين ڪاڻِ چاڙهِيائين، سي تان ڪَرِنِ لڙائي.

ہائے علی یتیماں اُتے گھور مصیبت آئی
رب دے بھانے اگے میرو، دیوو سیس جھکائی
گھور مصیبت آئی
موت ویرانی آندی سارے، چارے پہر جدائی
گھور مصیبت آئی
اتر پتر کرکے کنھے بی بی دیگ چڑھائی
گھور مصیبت آئی
جہناں لئی، توں رِنھ پکاویں اوہ تاں کرن لڑائی
گھور مصیبت آئی

[1] علی! یا علی! یتیموں کے سر پر آئی۔

ہوا حکم اللہ کا یا امام۔
یہ وچھوڑا موت کا نہ ہو۔ ہائے ہائے چاروں پہر ہو جدائی۔ بی بی نے ان
بہادروں کے لئے دیگ چڑھائی ہے۔ جن کے لئے یہ دیگ چڑھائی تھی وہ تو لڑائی میں
مصروف ہیں۔

یا علی! یا علی! مصیبت ۔یتیمان را در برگرفت۔ اما فرمان خداوند صادر شد۔ این
جدائی جدائی مرگ نیست۔ جدائی بسیار سوزان است۔ حضرت زہراؑ غذارا برای
دلاوران آمادہ فرمود اما دلاوران مشغول نبرد می باشند۔

Ya, Ali! Ya Ali! Upon the head of orphans. Happened Allahs (God) command or of Imam (A.S.). It may not be separation of death. Alas, Alas, living all time apart and separated. Bibi (the honourable lady) has mounted to cook a cauldron. For whom this cauldron is mounted, they are still busy in battle.

داستان چہارم

ڪا جا ڀُوري[1] ڀُونگري[2]، ڪر جو وَرِيو واءُ،
عَليءَ شِيرَ[3] وِهاءُ، رِڻَ ۾ پِيَنِ راتڙي.

کالی بولی نہیری چلی نظر نا آوے کائی.
آل علی تے رن دے اندر رات نہیری آئی

ایسا طوفان آیا کہ علی شیر کی اولاد کو صحرا میں رات ہو گئی۔

طوفانی آمد و شب تیرہ و تار فرزندان علی شاہ مردان را در کویر کربلا در بر گرفت۔

Some such storm and mist descended that the night approached to children of Ali (A.S.), the loin, in battle ground.

maablib.org

ہوا حکم اللہ کا یا امام۔
یہ وچھوڑا موت کا نہ ہو۔ ہائے ہائے چاروں پہر ہو جدائی۔ بی بی نے ان بہادروں کے لئے دیگ چڑھائی ہے۔ جن کے لئے یہ دیگ چڑھائی تھی وہ تو لڑائی میں معروف ہیں۔

یا علی! یا علی! مصیبت ۔یتیمان را در برگرفت۔ اما فرمان خداوند صادر شد۔ این جدائی جدائی مرگ نیست۔ جدائی بسیار سوزان است۔ حضرت زھراؑ غذارا برای دلاوران آمادہ فرمود اما دلاوران مشغول نبرد می باشند۔

Ya, Ali! Ya Ali! Upon the head of orphans. Happened Allahs (God) command or of Imam (A.S.). It may not be separation of death. Alas, Alas, living all time apart and separated. Bibi (the honourable lady) has mounted to cook a cauldron. For whom this cauldron is mounted, they are still busy in battle.

maablib.org

داستان چہارم

ڪا جا ڏُوري ڏُونگري، ڪر جو وَرِيو واءُ،
عَليءَ شيرَ وِياءُ، رِڪَ ۾ رِيَنِ راتڙي.

کالی بولی نہیری چلی نظر نا آوے کائی
آل علی تے رن دے اندر رات نہیری آئی

~~ایسا طوفان آیا کہ علی شیر کی اولاد کو صحرا میں رات ہو گئی۔~~

طوفانی آمد و شب تیره و تار فرزندان علی شاه مردان را در کوی کربلا در بر گرفت۔

Some such storm and mist descended that the night approached to children of Ali (A.S.), the loin, in battle ground.

٢

جهيڙو لاهِ، يَزيدَ! عَليءَ جي اولادَ سين،

سا نہ پَسَندين عيدَ، جا هُوندي ميرَ حُسينَ سين.

اے يذيدے آلِ علی سنگ کيوں توں لڑيں دِگھانئے
ابدی خوشی نا مِلسی تينوں امام حسين جو مانے

اے یزید۔ علی کی اولاد سے جنگ کرنا چھوڑ دے وہ خوشی تمہیں نہیں ملے گی
جو حسین علیہ کو ابد تک حاصل ہو گی۔

یزید از جنگیدن با فرزندان علی دست بکش' آن خورسندی و راحت جاویدان
کہ نصیب حسینؑ خواہد شد نصیبت نمی گردد۔

'Oh,' Yazeed, abdicate from your fight with offspring of Ali (A.S.) you will not receive that happiness which will be received till eternity by Hussain (A.S.)

maablib.org

۳

جنِين جهيڙيو ڪالَ، عَليءَ جي اولادَ سين،

هَيءِ! لعِين جي حالَ، جي[۳] جَمالي يَزِيدَ جا.

وچ کربل دے آل علی سنگ جہناں جنگ مچایا

اپنا کیتا پاون گے اوہ جہناں دھرو کمایا ..

جنھوں نے علی کی اولاد سے کل جنگ کی تھی ان کے حال پر افسوس! یہ یزید کے ساتھی ہیں۔

کسانیکہ دیروز با فرزندان علی جنگیدند افسوس بار برآنان' آنان پیروان یزیداند (لعن)۔

Those who fought yesterday with offspring of Ali (A.S.) are ashamed today to been supported, of Yazeed.

۴

جن جهيڙو اڄ عليءَ جي اولادَ سان

پَرهه! تن کان ڀَڄُ جي ڄَماڻي يَزيدُ جا

آلِ غلی سنگ اج وی جیہڑے رکھاں چھیڑی رکھدے

یزیدے دے اوہ سنگی سارے دور کھلویں بھج کے

جنہوں نے آج علی کی اولاد سے جنگ کی۔ ان سے دور بھاگو یہ یزید کے ساتھی ہیں۔

کسانیکہ امروز با فرزندان علی جنگیدند از آنان دوری نمائید آنان یاران یزیداند (لعن)۔

Those who today fought will offspring of Ali (A.S.) keep away from then, they are the followers of Yazeed.

ڪوفين ڪفر ڪيو، ٿيا ڄاڻي يزيد سان

پليتن کي پئي، وڙهڻ ور بهادر

سندن هٿن سين شير شهادت رسيو

کوفی رل گئے نال یزیدے ڈاہڈا دغا کمایا

میر حسین پلیتاں سندے گھیرے دے وچ آیا

اس یزیدے دی برائی میر شہیدی پائی

کوفیوں نے قہر کیا اور یزید کے ساتھی بن گئے۔ پلیدوں کو میدان میں بہادر ہاتھ آگیا۔ وہ امام حسین کو شہید کرنے کا عہد کر چکے تھے اور امام حسین جیسا شیر مرد ان کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔

کوفی ها پیمان خود را شکستند و یاوران یزید ملعون شدند دلاور در محاصره پلیدان در محیط تیغ قرار گرفت، آنان جهت شهید کردن امام حسینؑ پیمان بسته بودند و شیر مردان حسینؑ بدست پلیدشان شهادت رسید۔

The Kufis had done worst and become supporters of Yazeed. In battle ground a brave came in hands of impure. They vowed to martyr the Imam Hussain (A.S.), and loin like man, Imam Hussain (A.S.) martyred by their hands.

٦

ڪوفين ڪاغذ لکيو، وچ وجهي الله،

”اسين تابع ٿينداسين، توهان اسانجو شاهه،

هيڪر هيڏي آءُ، ته تخت تابع ٿيندي.“

کھا کے سونہہ کوفیاں لکھیا خط حُسینے تائیں
کوفی سارے طبعے تیرے توں ہیں ساڈا سائیں
اک واری جے ایتھے آویں تخت حوالے تیرے

کوفیوں نے اللہ کا واسطہ دے کر امام حسین کو خط لکھا ہم تمہارے تابعدار ہیں اور تم ہمارے شاہ ہو۔ صرف ایک دفعہ یہاں آؤ اور یہ تخت اور ہر چیز تمہاری ہے۔

کوفی ها از امام حسینؑ از طریق نامه ها توسل کردند که ما آماده ء اجرای اوامر شائیم و شما سرور ما هستید۔ شما ولو برای یک نوبت تشریف بیاورید تخت و سلطنت و همه چیز از آن شماست۔

The Kufi's put Allah as medium and wrote letter to Imam Hussain (A.S.), saying that we are loyal to you and you are our king. Please come here once and this thorne and every thing else is yours.

7

كوفي كربلا ۾، پاڻي نه پيارين،
آلِ عليءَ شاهه کي، شهزادا سارين،
نڪرين نهارين چوڙهه، مير محمد عربي!

پانی وی ناہیا، کوفیاں، میراں تینس پچایا.
اتے اودھر میر حسین نوں والد چیتے آیا
نکل تنبوؤں ایوں الایا، بہڑ عرب دے والی

کوفی کربلا میں امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو پانی نہیں پلا رہے ہیں۔ علی علیہ کو وہاں شہزادے یاد کر رہے تھے اور خیموں سے باہر نکل کر رسول صلعم کو پکار رہے تھے کہ ہماری مدد کو آؤ۔

کوفی ها امام حسینؑ و یارانشان را در کربلا سیراب نمی کنند شاهزادگان در این مرحله بیاد علی افتادند و پیامبرؐ را با خارج شدن از خیام خود جهت یاری صدا می زوند.

In Karbala, the Kufi's are not offering, Imam Hussain (A.S.) and his companions, the water to drink. The princes are remembering Ali (A.S), there is Karbala. They came out of their tents and calling Prophet (P.B.U.H.) for their help.

٨

پرهه پکي آئيو، ڪربلا مان ڪھي،
روضي پاس رسول جي، تنھن ھلي ھاڪ ھڻي،
"ڏٺيم رڪ رتي، چڙهه، مير محمد عربي!"

اج ہو بھجا اک کبوتر کربل ولوں آیا
اتے روضے پاس رسول دے اُچی کوک سنایا
تیغاں دی چمکار میں دیکھی بہڑ عرب دے والی

فجر کے وقت پرندہ پرواز کر کے کربلا سے روضہ محمدؐ کی طرف آیا اور کہا اے رسول اکرمؐ میں نے تلواروں کی تجلی دیکھی ہے تم وہاں چل کر شہزادوں کے حامی و ناصر ہو۔

هنگام پگاه پرنده از کربلا به آستانه پیامبر اسلامؐ پرواز کرد و ناله کشید که پیامبرا من درخشش فروشان شمشیر هارا دیدم شما به کمک و یاری و داد شاهزادگان برسید۔

At dawn time a bird flew from Karbala to mausoleum of Mohammad (P.B.U.H.) and said, "Merciful Prophet, I had seen flash of swords, you go there, to a protect and help the princes.

٩٠

پرهَ پکي آئيو، صُبُحَ سَوارو،
روضي پاسِ رَسُولَ جي، هَنيائين هاڪارو:
"مانجهُنِ ڪيو مارو، چَڙهُه، مير مُحَمَّدَ عَرَبِيءَ!"

اج لہو بھجا اک کبوتر آیا صبح سویرے
اُپر روضے پاک رسول دے دسے لوندا پھیرے
لہو وگیندا شامی ویلے، بہُڑ عرب دے والی

فجر کے پرندہ آیا اور صبح ہوئی اور روضہ رسول اکرمؐ پر اس نے نعرہ لگایا۔
بہادروں نے جنگ شروع کر دی ہے اے محمدؐ تم وہاں چلو۔

هنگام پگاه پرنده آمد۔ هنگام صبح در روضه ء و آستانه ء پیامبر اسلامؐ ناله و فریاد کرد۔ دلاوران نبرد را آغاز کردند شما هم به آنجا بروید۔

At dawn the bird came, and when the morning came the bird shouted, "the valiants has started the battle, 'O' Mohammad (P.B.U.H.) go there."

۱۰

پرہَ پکي آنیو، ڪربلا مان ڪالَ:

”آہِ آلودو[10] رَتَ ۾، حیرتَ ڳڏیو حالَ،

ڪھوتَ وِٹاھِیا[11] ڪالَ، بیلي مِيرَ حُسینَ جا.“

صبح ویلے اک کبوتر کربلوں آساوے
لہو لہان پیا اوہ رن وچ دیکھیانا جاوے
شاہ حسین دے سارے ساتھی مارے رن دے اندر

کل کربلا کے میدان سے فجر کے وقت پرندہ آیا۔ وہ خون سے آلودہ اور حیران کن حالت میں ہے۔ یہ کہہ رہا تھا کہ امام حسین کے شہزادے کل شہید ہو گئے۔

پرندہ ای از وقت پگاہ وارد سرزمین کربلا شد این پرندہ ء پریشان و آشفتہ گلگون شدہ است' می گفت کہ شاہزادہ حضرت امام حسینؑ دیروز بشہادت رسید۔

Yesterday, at dawn time a bird came from Karbala. It was spotted with blood and was in perplexed condition. It was saying that the princes of Imam Hussain (A.S.) were martyred yesterday.

١١

ڪَربَلا ۾ ڪوڪَ، ساڃھہ شَهزادَنِ جي،

١٣ ١٢

عالَمَ جا مَلوڪَ، رُڪَ روهي جهَليا.

ميراں دی للکار سویرے گونج کربل پاندی

ہن تلواراں دے سنگ دشمن گھٹی واج اونہاں دی

کربلا میں شہزادوں کی کوک تھی۔ دنیائے عالم کے سردار تلواروں کی زد میں آگئے

کربلا آغوش شاہزادگان بود۔ سروران جہان ہدف شمشیرہا قرار گرفتند۔

The cooing in Karbaba was of princes. The nobles of Universe came in range of swords.

وائي

سارو ڏينهُن رِڻَ بر، رَهيا سي اِمامَ،
رِڻَ بر رَهيا سارو ڏينهُن، رِڻَ بر رَهيا،
هَيءِ! هَيءِ! رِڻَ بر رَهيا!
”تُون جاوَڃين[15] ڪُونجڙي! هَيءِ! هَيءِ[14]! ناني ڏيجِ سَلامُ،
مُون کي ويرين ويڙهيو، مولا! مِيهُن وَساءِ.“

رن وچ ہائے سبھ جو جھ مرے
سن اماماں سارا لشکر رن وچ ہائے جو جھہ مرے
توں جاویں اڑیئے کونجڑے دئیں سلام جانانے گھرے
رن وچ ہائے سبھ جو جھ مرے
ویری گھرا پایا مینوں آ بہڑیں مولا مہر کرے
رن وچ ہائے سبھہ جو جھ مرے

تمام دن رن میں رہے یہ امام۔
رن میں رہے سارا دن رن میں رہے۔
ہائے ہائے رن میں رہے۔
اے ہنس تم جا کر! ہائے! ہائے! نانے کو دو سلام۔
مجھے تو دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔ مولا باران رحمت بھیج۔

امامؑ در طول روز در صحنه ء نبرد بود در طول روز در صحنه ء نبرد بود۔ در صحنه ء
نبرد بود وا مصیبتاه در صحنه ء نبرد بود امام ای پرنده شما باشیون و زاری۔ سلام مرا به جدم
رسان دشمنان مرا محاصره کردند' باران رحمت بفرست برای من۔

The Inam (A.S.) remained whole day in battle.
Battle involved, whole day remain in battle.
Alas, Alas, remained in battle field.
'Oh,' Goose you go, Alas, Alas, go and salute to maternal grand father.
I am surrounded by enemies. My lord shower me with your blessings.

داستان پنجم

۱

حَسَنُ ناهِ حُسينَ وَٽِ، ٻيلي نہ ٻاھوُن،
ساڙيءَ شَهزادَنِ جو، آهي اَڳاھوُن،
يَزِيدَ! جُلاھوُن، ليلان ڪَرِئين لَڪِڙِئُن؟

حسن بناں حسین اکلا، نابیلی نا بھائی
وطن ازنہاں دا دور دُراڈے، انگ ساک ناکائی
اے یزید کی ایسے کر کے کردا ایں مارو ہلے

امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں امام حسنؑ ساتھی و مددگار نہیں ہیں۔ اور شہزادوں کا وطن بھی دور ہے۔ اے یزید جبھی تو تم ان پر شدید حملے کر رہے ہو۔

امام حسنؑ در کربلا نبود و یاور وی در جنگ کربلا شہید۔ وطن شاہزادگان در نقطہ ء بسیار دور واقع است۔ ای یزید پلید بہن دلیل تو مشغول انجام حملات شدید بر علیہ امام حسینؑ می باشی۔

Hassan (A.S.) is not in Karbala, along with Imam Hussain (A.S.) as companion and helper, and the homeland of princes is very far. 'Oh,' Yazeed only due to this reason you are attacking so hard on them.

۲

ڪِلي وِڙهَ ڪَٽَڪَ[6] ۾، هَيءَ![5] جي حَسَنُ هوءِ

ڀيڙو ڀيڙو ڀُنهنجي ڀاءُ سين، پَتَنگَ جِئن پيوءِ[7]

آهي ڪيرُ ٻيو، جو ڪَري هَلن مِيرَ حُسين تان؟

جنگ دے ویلے جے لشکر اندر، حسن وی آ کھلوندا

نال بھرا دے موڈھا ڈاھ کے اوس توں گھول گھموندے

دوجا ہو کیہڑا ہن ایتھے، روکے ویری ہلے

ہائے اگر جنگ کے وقت لشکر میں امام حسن ہوتے تو اپنے بھائی کی مدد کرتے۔ اور پروانے کی طرح بھائی پر جان قربان کرتے۔ اور کون ہے جو امام حسین پر حملے کو روکے۔

افسوس! اگر ھنگام نبرد امام حسنؑ در لشکر حضور می داشت بہ کمک برادر خود می شتافت و جان خود را نثار برادر خویش می نمود۔

At the time of fight in the troops of Imam Hussain (A.S.), Alas, if there was Imam Hassan (A.S.), he has helped his brotner. If so he had sacrificed his life to protect his brothers life. Now who is another, who stop attacks on the life of Imam Hussain (A.S.).

٣
٨

ڪلي وير ڪٽڪ ۾، ساڱو سڀ نه هون،
پڙ لي سيڻي پون، مونڌ جنهن ميهڙو.

جنگ دے ویلے لشکر دے وچ سارے ویرنا ہندے
مہنا بھجن نوں جو سمجھن، رن وچ جاناں دیندے

جنگ کے وقت لشکر میں تمام بہادر نہیں ہوتے۔ میدان میں وہی کھڑے
ہوتے ہیں جن کے لئے واپس جانا طعنہ ہے۔

ہمہ ء لشکریان هنگام نبرد جسور نمی باشند۔ در صحنہ ء نبرد کسانی استواری و ثبات
و صلابت از خود نشان می دهند کہ فرار از صحنہ جنگ برای شان طعنہ باشد۔

At the time of battle, all in an army are not brave. Only those stand in battle ground, for whom retreat is a taunt.

۴

ڄِلي وِڙ ڪَنَڪَ ۾، ٻاڪَرُ[۱۰] جو ٻاني،
اَڄا اُنَ کي جِنَڱَ جو، آسانگو[۱۱] آهي،
سوُرِهُ سو چاڻيِ[۱۲]، جو رُڳوئي رِڻِ گهڙي[۱۳].

زرا بکتر پاکے، جیہڑے جودھے نے جنگ کردے
جاں پیاری لگے، اونہاں نوں موتوں ڈردے رہندے
سکھنے ہوکے جو نے لڑدے سورمے اوہی کہاون

جنگ کے وقت لشکر میں جو زرہ پہنتا ہے اسے ابھی تک جینے سے محبت ہے۔
بہادر وہ ہے جو ڈھال کے بغیر میدان میں کود پڑے۔

کسی کہ ہنگام جنگ زرہ بہ تن می کند ہنوز بہ جان خود علا قمند است۔ دلیر کسی
بودہ کہ بدون سپر دارد صحنہ ء نبرد شود۔

At the time of fight who wears the armour, he still have wish to live. That one is valiant who come without shield in battlefield.

سُورِهَ! مَرِڻ سوڀَ کي، تہ دِلِ جا وَهمَ وِسارِ
هَٿُ ڀالا، وِڙهُ ڀاڪُرِن، آڏي ڍالَ مَ ڍارِ
مَٿان تيغَ[۱۲] تَرارِ، مارِ تہ مَتارو ٿِئين

جس کھٹنا جے مر کے سورمے دل دے وہم گوائیں
بھالا سُٹ ہو گتھم گتھا ناتوں ڈھال سجائیں
وار تیغ دا تیغے تے جھلیں تاں توں سچا سورما

اے بہادر اگر تم فتح کے لئے تڑپ رہے ہو تو دل سے تمام وہم نکال دو۔ دشمن کے ساتھ ہاتھوں اور بھالوں سے لڑو اور سامنے ڈھال نہ رکھو۔ تم اپنی تلوار دشمن کی تلوار پر مارو۔ تب ہی بہادر کہلاؤ گے۔

ای مرد جسور اگر برای پیروزی بیتابی همه ء وسوسه ها را از قلب خود برون ران، شمشیر خود را بر شمشیر دشمن بزن واز سپر استفاده مکن تا بعنوان دلیر و شجاع معرفی شوی۔

'Oh,' valiant, if you have fury for victory, then you should put away all superstitions from your heart. Fight along your enemy with your hands and lances, and do not put your shield in your front. Hit your sword on the sword of your enemy, in this case, you will be known as brave.

٦

١٥ حُرُّ هَليِ آئِيو، مانجهي مَردانو:

١٦ "آهِيان عاشِقُ آڳِ جو، پَتَنگ، پَروانو،

مانَ راضِي ٿِئي رَسُولُ رَبَّ جو، نَبِي تو نانو،

١٧ هِيءَ سِرُ سَمانو، گهورَ! مَتان ئي گهورِيان."

ظالم چھڈ مظلوم دے ول، آیا حُر(٭) مردانا
مینوں عاشق رب دا جانی جیوں لاٹے پروانا
شالا میں تے ہووے راضی محمد تیرا نانا
جس نوں ہون سلاماں ہرتھاں اوہ سر تیتھوں واراں

بہادر حر امام حسینؑ کے پاس چل کر آیا۔ میں ازل سے تیرا عاشق اور پروانہ ہوں۔ مجھ پر رب کے رسول اور تمہارے نانا راضی ہوں۔ یہ سر تمہارے اوپر قربان کر رہا ہوں۔

حر شجاع بسوی امام ہجرت کرد' بندہ از روز آفرینش توام ء حسینؑ جان' خدا و پیرو پیامبرؐ از من خورسند و راضی باشند' سر خود را فدایتان خواہم کرد۔

The brave Hur (A.S.) walked to Imam Hussain (A.S.), and said that from begin, I am your lover, as the moth is lover of light. May the Prophet of God and your maternal grand father (P.B.U.H) be please with me. I am sacrificing my head upon you.

(٭) حُر یزید دا ساتھی جیہڑا امام حسینؑ ناں آملیا سی

٧

هُئي هِدايَتَ حُرّ کي، اَزَلَ ۾ اَصْلا[18]،

چَڙهي آيو جَنگ لي، هَلي هُنَ پارا،

اِهڙي چيائين اِمام کي: ”گهورِيُس آن مَٿاءِ“،

”لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا“[19]، جيڪا پُڄندِيمِ سا،

گهوٽ ۾ لَڳا گهاءَ، سو پڻ شيرُ شَهِيدُ ٿيو.

ہوئی ہدایت دُھر درگاہوں حُر نوں لکھیا آیا
ساتھ جھوٹو دا چھڈ کے اوس نے سچ دا ساتھ نبھایا
آوندے سار کہیا «شہزادے تیتھوں گھول گھمایا
وسوں باہر رب دُکھ نا دیندا، میں کرساں جو سریا
حُر وی گھائل ہو کے ڈگا پائی اوس شہیدی

حر کو ازل سے ہی ہدایت ملی ہوئی تھی وہ یزید کی طرف سے تو آئے تھے لیکن میدان میں کہا اے امام حسینؑ تم پر قربان جاؤں۔ ”اللہ کسی بھی انسان سے اس کی قوت سے زیادہ تکلیف برداشت نہیں کرواتا ہے“۔ میرے بس میں جو ہو گا میں وہی کروں گا۔ اس دولہے (حر) کو بھی زخم آئے۔ اور شیر نے شہادت پائی۔

به حضرت حر از همان ابتداء دستور داذ داده شدے بود وی نمائنده ء یزید لعین بود اما در صحنه ء جنگ آمد وبگفت که حسینؓ جان جانم فدایت باد "خداوند به دوش انسان بیش از انکه نتواند تحمل کند بار نمی نهد"۔ آنچه می توانم انجام دهم انجام خواهم داد۔ حر تازه داماد نیز مجروح شد و شیر مرد بشهادت رسید۔

The Hur (A.S.) got guidance since eternity. He came along Yazeed's side but in battle ground he said, 'Oh,' Imam Hussain (A.S.), I want to get sacrificed upon you, "Allah never puts more burden the strength on any human. What ever I can do, I will do. This bridegroom (Hur) got injured, and the loin received martyrdom.

maablib.org

٨

٣ ٢ ١

پاوَنگ اِيو پِڙ ۾، هَٽي هَزاري هولَ،

٧ ٦ ٥ ٤

جَوهَرَ ۽ جَڙاءَ سين، ڪامِلَ سِرَ ڪَنگُولَ،

١٠ ٩ ٨

رَتو رَتَ رَتولَ، مولِهيو مِيرَ حُسين جو۔

دیکھوں رن وچ آیا سورما خود وڈ ملی پائی

ہیرے مانک نال جڑاو سرتے کلغی لائی

نال لہو دے گچ ہو بھجی رتی پگ حسین رض دی

بہادر امام حسینؑ قیمتی فولادی دستار پہن کر جنگ کے میدان میں سر اونچا کر کے کھڑے تھے۔ اس کامل کے سر پر ہیروں اور لعل و جواہر کی کلغی تھی۔ امام حسینؑ کی دستار خون سے رنگ کر لال ہو گئی۔

امام حسینؑ سرور دلاوران خود پولادین را بہ سر کرد و سرفرازانہ در صحنہ ء جنگ ایستاد۔ تاج جواہر و الماس بر سر داشت' عمامہ ء امام حسینؑ نیز گلگون شد۔

The brave and high-spirited Imam Hussain (A.S.) was standing in the battlefield and expensive steel turban on his head. It has perfect crest made of diamonds and rubies. The turban of Imam Hussain (A.S.) coloured in red by blood.

٩

ڏاڙهي رَتَ رَلياسِ[11]، ڏندَ ۽ ڏاڙهونءَ[12] گُلَ جِئَن،

چوڏهينءَ ماهَ چنڊَ جِئَن، پڳَ ٻِ باگَڙباسِ[13]،

ميڙي[14] ٻِ مُحَمَّدَ جي، مَرُّ مَرَڪي ماسِ[15]،*

لَڌهِن سوِرِهَ کي شاباسِ، جو مَٽي پَڙ پُرزا ٿئي.

رتی داڑ لال جباڑا، لہو وگیندا جاوے
چن پنیا دستار اوس دی رن وچ نظریں آوے
پت شہید اُڈیکے عرشیں ماں بلہارے جاوے
پرزا پرزا ہوکے مردے سورمے جو کہلاون

ان کی داڑھی خون سے رنگ گئی۔ اور ان کے دانت گل انار کی طرح سرخ ہو گئے۔ ان کی دستار جنگ کے میدان میں مہک رہی تھی۔ رسول اکرمؐ کی مجلس میں۔ (قیامت کے دن امت کی مجلس میں) ان کی ماں فخر کرے تو بجا ہو گا۔ اس بہادر کو آفرین ہو جو جنگ کے میدان میں شہید ہو گیا۔

محاسن شریف شان گلگون شد و دندان ھای مبارک شان مانند گلنار سرخ گشت۔ عمامہ ھا شان در صحنہ ء نبرد معطر شد۔ اگر مادر شان در مجلس حضرت پیامبرؐ (در مجلس است مصطفیؐ در روز رستاخیز) افتخار کنند جا دارد' آفرین بر دلاوری کہ در میدان نبرد بشہادت رسید۔

His beard is coloured with blood, and his teeth became red, like flowers of pomegranate. His turban was fragrant in battlefield. In the congress of Holy Prophet (P.B.U.H.), (on judgement day, in congregation of whole Umma), if the mother of martyr's will show her pride, then it will be correct. Praise for that valiant, who was martyr in the battlefield.

maablib.org

۱۰

ڏاڙهي رَتَ رَڱياسِ، ڏَندَ نہ موتين ڳُتيا،

چوڏهينءَ[16] ماهَ چَنڊَ جِئن، ٻَرَ بہ پيشانياسِ،

"اَللهُ نُورُ السَّمٰواتِ وَالْاَرْضِ"[17]، جلوو زيباسِ[18]،

"سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ"[19]، مُنهَن[20] بہ مَٿا ڳتياسِ[21]،

ڪَڪرا ڪَربلا جا، مادَرِ[22] لي ميڙياسِ،

ڦُٽِنِ تان رَتَ ڦُڙا[23]، عليءَ لي اُکهياسِ،

مڙئي معاف ڪياسِ، خالق بَدلي خون جي.

رت نے رتی داڑہی کیتی دند جیوں موتی دمکے
چن چودھویں وانگر اوس دارن وچ متھا چمکے .
جیوں نور الاہی عرشوں آکے دھرت فلک روشناوے
چنھہ سجدے دامتھے دسدا جیکر منی لشکاوے
دُھوڑ کربلا لاہے بی بی، مونہہ حسین چھانی
علی پونجھدا پھٹ پُتر دے لہو وگیندا جانی
خون شہیداں بدلے رب نے بخشے پاپ اساڈے

داڑھی خون سے رنگ گئی اور دانت موتیوں جیسے لال ہو گئے۔ چودھویں کے چاند کی طرح میدان میں ان کی پیشانی چمک رہی تھی (اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے) یہ جلوہ زمین پر ہے۔ (ان کے چہرے پر سجدے کی نشانی ہے) اور ان کے منہ میں لال موتی ہیں۔ امام حسین کی والدہ کربلا کی مٹی صاف کر رہی تھیں۔ زخموں سے خون علی صاف کر رہے تھے۔ اور ان کے خون کے بدلے اللہ نے تمام مومنوں کے گناہ بخش دیئے۔

محاسن شریف شان گلگون شد و دندان ھای مبارک شان نیز گلگون شد پیشانی مبارک شان ھمانند ماه شب چهاردهم می درخشید (خداوند نور زمین و آسمان هاست) اما این تجلی نور بر زمین است۔

The beard was coloured with blood and pearl like teeth became red. In battle ground his forehead was shining like full moon. (Allah is Nur (light) of earth and sky) but this luster is on earth. (on their face is mark of prostration) and in their mouth are red pearls. The mother of Imam Hussain (A.S.), is cleaning the surface of the soil of the Karbala. The Ali (A.S.) was cleaning blood from wounds, and in return of their blood, the Allah had blessed all sins of faithfuls.

maablib.org

۱۱

کَربلا ڪَڪوري، ڏُلڏُلِ رَتا پيرَ،
سَڏوُن ڏِيندي شيرَ، مَتان سَچُ مُرڪِيو.

دُلدُل پیر کربلا تیرا نال لہو دے رَتّے
لڑدا لڑدا سورا ڈگا آتھن سُورج لتھے۔

کربلا کے میدان میں گھوڑے کے پاؤں ہیں۔ بہادر لڑتے ہوئے اپنی بے حالی
پر مسکرایا۔

سم های اسپان در صحنه ء نبرد کربلا بصدا در آمدند، دلاور در حین نبرد و ضعف
لبخند زد۔

The marshes of Karbala have feet. While fighting the brave laughed upon his bad condition.

۱۲

چارِ ترارِئون چيلهه سين، ٻَڌي ٻه ٻاڳون،
۲۴ ۲۵ ۲۶
اَڳِين جون آڳون، ڪُوڙَ ڪِلي ٻہ موڪِيون.

شیر علی دا لڑیا رن وچ جان دی بازی لائی
وڈیاں دی رکھ لئی حسینے جوجھ شہیدی پائی

چار تلواریں کمر سے (دو نبوت کی دو امامت کی) اور دو پگڑیاں (ایک نبوت کی ایک امامت کی) باندھ کر بہادر نے اپنے آباؤ اجداد کو میدان جنگ میں سرخرو کیا۔

دلاور بزرگ با استفادہ از چہار شمشیر (دو شمشیر نبوت دو شمشیر امامت) و دو عمامہ (عمامہ نبوت و عمامہ امامت) نیاکان خودرا در معرکہ نبرد سرفراز نمود۔

Four swords are along the belt (two of Nabuwwat (Divining) two of Imamat (Leadership) and two turbans, one of Nabuwwat and one Imamat. The brave had honoured his ancestors, in battle field.

وائي

اَڄُ نه آيو امامُ، واويلا! مومِنا! ماتمُ! واويلا!

اَنُّ نه پاڻي اِن کي، اَڪر وُلڙُنِ ميهُن،

هُئا سَتاڻيءَ[27] جَنگِ ۾، نَوَ راتيون ڏهَ ڏينهَن،

دُلدُلِ[28] گهوڙو شاهَ جو، مَٿس[29] لالَ پلاڻي،

شيرَ شهزادي لَڏيو، سَيّدَ[30] سيجَ نه ماڻي.

اج امـــام نـا آيـا ســـاڈا
ہاں - مـومنـو ہائے دُہائی
ان پانـی نـصـيـب نـا ہـويـا
تے نـا امـبـروں بـركـهـا آئی
ہاں - مـومنـو ہائے دُہائی
دس دن تے نوں راتـاں چلی
گیہہ گچ ہوئی سخت لڑائی
ہاں - مـومنـو ہائے دُہائی
شاہ حسـين دا دُلدُل گـهـوڑا
اُپـر لال پـلانـی پـانـی
ہاں - مـومنـو ہائے دُہائی

آج نہیں آئے امام ہائے ہائے! مومنو! ماتم ہائے! ہائے! نہ ہی ان کے پاس پانی
تھا اور نہ ہی اناج تھا اور نہ ہی ان پر بارش ہوئی۔ وہ نو راتیں اور دس دن
زبردست جنگ میں تھے۔ امام حسین کا گھوڑا سرخ زین سے مزین ہے۔ شیر شہزادہ اس
دنیا سے چلا گیا۔ اور سید نے سیج نہ پائی۔

امام امروز نیامد افسوس! افسوس! مومنان! به ماتم بنشینید، افسوس، آنان تشنه و
گرسنه بودند و ابر هم بر آنها نبارید۔ آنان 9 شب و 10 روز مشغول در نبرد شدیدی
بودند، سرج است حضرت امام حسینؑ گلگون شده است، شهزاده شیر مرد از دنیا رفت و
سرور بر شن های صحرا خرامید۔

The Imam (A.S.) had not came today, Alas! Alas! faithfuls, mourn, Alas! Alas! Nor they had water nor they had grains, and nor rain showered, upon them. In that vigorous battle, were nine nights and ten days. The horse of Imam Hussain has red saddle. The loin prince went away from this world, and Syyed had not found the bed.

داستان ششم

١

.ڪُوڙَن ڪِلي جا ڪوڙيا! جانڪي ٽانين جيءَ،

مُتان اُڙِن اُسري، رُڪَ پِيالو پيءُ،

ڳاهُ ڳِجهُن جو ٿِيءُ، ويلي جن وَرِهَ ٿِيا.

شوقین جنگ دے اے شہزادے لڑدا جان مکائیں
پی رُک پیالے نیزے اُتے چڑھ کے ناچ دکھائیں
ماس ترے نوں سکن گرجھاں پورا ورہا بتایا.

جنگ کے شوقین شزادے جب تک تیرے جسم میں سانس ہے۔ تب تک نیزے کی نوکوں پر خود کو پھینک کر ہتھیاروں کا جوہر پی لے۔ تم گدھوں کی خوراک ہو گے کیونکہ ان کو بہادروں کے گوشت (ماس) کھاتے ہوئے برسوں گزرے ہیں۔

شاہزادہ ء ایکہ نسبت بہ جنگ عشق دارد تاوقتیکہ جان از تنش جدا نشود و تا نفس آخر ضربات نیزہ ھا و سنان ھارا تحمل میکند، شما خوراک لا شخوارھا خواھید بود چرا کہ لاش خورھا از مدت درازی گوشت دلاوران را نخوردند۔

آج نہیں آئے امام ہائے ہائے! مومنو! ماتم ہائے! ہائے! نہ ہی ان کے پاس پانی تھا اور نہ ہی اناج تھا۔ اور نہ ہی ان پر بارش ہوئی۔ وہ نو راتیں اور دس دن زبردست جنگ میں تھے۔ امام حسین کا گھوڑا سرخ زین سے مزین ہے۔ شیر شہزادہ اس دنیا سے چلا گیا۔ اور سید نے سیج نہ پائی۔

امام امروز نیامد افسوس! افسوس! مومنان! بہ ماتم بنشینید، افسوس، آنان تشنہ و گرسنہ بودند و ابر هم بر آنها نبارید۔ آنان 9 شب و 10 روز مشغول در نبرد شدیدی بودند، سرج است حضرت امام حسینؑ گلگون شدہ است، شہزادہ شیر مرد از دنیا رفت و سرور بر شن ھای صحرا خرامید۔

The Imam (A.S.) had not came today, Alas! Alas! faithfuls, mourn, Alas! Alas! Nor they had water nor they had grains, and nor rain showered, upon them. In that vigorous battle, were nine nights and ten days. The horse of Imam Hussain has red saddle. The loin prince went away from this world, and Syyed had not found the bed.

---

maablib.org

داستان ششم

١

ڪُڙَنِ[1] ڪِلي جا ڪوڏِيا[2]! جانڪي لائين[3] جيءُ،
مَٿان اَڙِنِ[4] اِڀري، رُڪَ[5] پِيالو پِيءُ،
ڳاهُ[6] ڳجھُنِ جو ٿِيءُ، ويڙهي جن وَرِهَہ ٿِيا.

شوقین جنگ دے اے شہزادے لڑدا جان مکائیں
پی رُک پیالے نیزے اُتے چڑھ کے ناچ دکھائیں
ماس ترے نوں سکن گرجھاں پورا ورہیا بتایا.

جنگ کے شوقین شہزادے جب تک تیرے جسم میں سانس ہے۔ تب تک نیزے کی نوکوں پر خود کو پھینک کر ہتھیاروں کا جوہر پی لے۔ تم گدھوں کی خوراک ہو گے کیونکہ ان کو بہادروں کے گوشت (ماس) کھاتے ہوئے برسوں گزرے ہیں۔

شاهزاده ء ایکہ نسبت بہ جنگ عشق دارد تلوملنیکہ جان از تنش جدا نشود و تا نفس آخر ضربات نیزه ها و سنان هارا تحمل میکند' شما خوراک لاشخوارها خواهید بود چراکہ لاش خورها از مدت درازی گوشت دلاوران را نخوردند۔

'Oh,' War eager, prince of war. Until your life has sigh. Till then throw yourself on the points of spears and drink essence of weapons. You will be food of ventures. Because, years has been passed them eating meat (flesh) of valiants.

maablib.org

٢
٧
پاڪَ جنين جا پيرَ، ڪَنان هيٺ نہ ڪوڙيا،
١٠ ٩ ٨
تَنگ تَراڙنِ ٽُٽيا، ڇَٽيو ٻُرَنِ ڇُڪيرَ،
١١
ٻوڙنَ لئين جا ٻيرَ، ڳجهڙنِ ڳرَ لائيا.

منجیوں تھلے پیر جہناں نے نا سی کدے اُتارے
تیغ وڈھے ظالم دُشمناں گھوڑیوں ڈگے دُلارے
بہہ لاشاں دے ڈھیراں اُتے گِرجھاں خوشی منائی

جن کے پاؤں پاک تھے اور انہوں نے چارپائی سے نیچے نہیں رکھے۔ جن کے گھوڑوں کی زینیں تلواروں سے کٹ گئی ہیں اور کلغیاں گر گئی ہیں۔ ان کے ماس کو گدھوں نے گلے سے لگایا۔

کسانیکہ پاهایشان طاهر بود، کسانیکہ سرج های اسپهایشان در اثر ضربات شمشیر پاره شده اکنون لاش خورها مشغول خوردن گوشت شان می باشند۔

The feet of them were pure·clean and they had not put down from bedstead. The saddles of those been cut by swords and plumes have fallen down. The veltures had accepted their flesh.

٣

ڄَمَرِ[12] جِتَن ڀِهوَن[14]، لِٽَن رِڻُ ڳِجهَنِ[13] رانئِيو.

وَنڪا[15] وَنڪَن ڳَڏِيا، ڏوڙِيو ڏِٻَنِ ڏَهوَن[16]،

مُهائِنِ وَهوَن نِمِرُ[18] مَهانگو[17] ڪَندِيوَن.

جیوں ٹکری تے اجڑ جُڑیا رن وچ گرجھاں ڈھکن
مل لڑا کے گتھم گتھی اک دوجے نوں دھکن
شہید ویراں دیاں ناراں ہن نیل مہنگا کرسن

جیسے پہاڑ پر بکریاں پھیلی ہوتی ہیں۔ اسی طرح گدھوں نے جنگ کا میدان بھر دیا۔ بہادر بہادروں کے سامنے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں۔ اور شہیدوں کی بیوائیں رنگ کی قیمت بڑھا دیں گیں۔ (بیوائیں شوہر کے دکھ میں کالا لباس پہنتی ہیں)

لاش خورها مانند گله های بز صحنه های نبرد در برگرفتند۔ دلاوران در مقابل دلاوران ایستادند و به یکدیگر حمله می کنند و بیوه های شهیدان۔ بهای رنگ را خواهند افزود "چرا که بیوه ها در سوگ شوهران خود لباس سیاه به تن می کنند"۔

At the goats scatter over the mountain, like that the ventures had filled the battlefield. The braves are in front of the braves and they are attacking on each other. The cost of colour is increased due to widows of martyrs. (the widows wear black dress in sufferings of their husbands).

۴

ڳجھون ڳوٺ نہ ھُرَن، وَڙَن ڪاي[19] ڪرڏائون،

حَسَنَ مِيرَ حُسينَ کي، لَميو[20] لاڙون[21] ڏين،

ڳتا[22] اکوڙين، چوٽا چوڙ[23] لڙن جا۔

اک تھاں رہیں نا گرجھاں بھاوس رن کھیتر وچ آون

حسن حسین دے متھے بہہ کی چنجاں خوب گھساون

بال کھول کے ٹھرنگے مارن سواد مجھہ دا مانن

گدھوں نے اپنا وطن چھوڑ دیا ہے اور جنگ کے شائقین کے نزدیک ہیں۔ حسن اور حسین کو وہ سلامی دے رہے ہیں اور کلغی والوں کے گچھے بال کھول رہی ہیں۔

لاشخوارها وطن خودرا وداع گفتند و عازم آسمان های واقع بر فراز صحنه ء های جنگ شدند، وبر حسنؑ و حسینؑ سلام می فرستند۔

The veltures had left their homeland, and they are near the eagers of war. The noble Hassan (A.S.) is salutating Hussain (A.S.). The hairs are loosing of the plumes.

maablib.org

۵

ٻجهڙين ڳارو، رالو ڏينهان[۲۴] رڻ ۾،

پڇيو پيئن پاڻ ۾: ”ڪنهن مُنهن[۲۵] ڪيڏارو[۲۶]“،

ڪانءِ ڳجهارو[۱]، ڪانئر پيو ڪدو ٿئي:

رن وچ پیا گرجھاں دا کھاجا انت حساب نا کائی
کنو سنی ہو کے پچھن کتھے لڑی لڑائی
چونڈھن ماس سورمیاں سندا قائر کول نا جاون۔

گدھوں کی خوراک رات' دن صحرا میں ہے۔ اور آپس میں پوچھتی ہیں کہ کس طرف جنگ ہو رہی ہے۔ وہ تلوار چلانے والے کو کھاتی ہیں اور دشمن گندا ہو رہا ہے۔

خوراک لاش خورها شبانه روز در کویر هاست' و از یکدیگر سوال می کنند که در کدام نقطه نبردی ویا جنگی وجود دارد۔ لاشخوارها شمشیرزنان را می خورند نه دشمن گندیده را۔

The veltures, eat day and night in the desert. They ask each other, that on which side the war is in progress. They eat the swordsman and the enemy is getting dirty.

ڳالو ڳجهہ نہ کاءِ، مينهن ماس نہ ھمريون
لين لاءِ واجهاءِ، ڪلنگين جن ڪپار ۾.

گاں دا ماس نا کھاون گرجھاں تے مجھے دا راس نا آوے
اوہ تاں لوچن ماس جہناں سر کلغی جغا سہاوے

گدھیں گائے کا گوشت نہیں کھاتیں اور نہ ہی بھینس کا ماس کھانے کی عادی ہیں۔ گدھیں تو ان کے انتظار میں رہتی ہیں جن کے سر پر تاج ہے۔

لاشخوارها گوشت گاو و گاومیش را نمی خورند، لاش خورها منتظر اجساد سروران تاجداری باشند۔

The veltures don't eat cows (beef) meat, and nor they are use to, eat buffalo flesh. The veltures, are in wait of those who had crowns on their heads.

٧

اَکيُون ڪَڍُ مَ، ڦِڄهَوڙي! تارا تُون مَ کاءِ،

پِيو نه پَسِين پَٽَ ۾، راڄڙهارو[٥] راءِ،

جيري[٦] جنهن جُوانَ جي، لَڳا نَوَ سَوَ نَوَ گهاءِ؟

رائِ جنهنجي ماءِ، روئي، پَرَڻيو[٧] رَبَّ کي۔

اکھاں کڈھ بے شرمے گرجھے، تارے کاہُتوں کھاویں
رن وچ کنکر ریتا کِھلری کیوں توں نظر نا پاویں
نو سو پھٹ حسین نے کھادے دیکھ نہیں نرماویں
رو کے کہندی رب نوں بی بی، لے سانبھی پُت میرا

اے گدھ تم آنکھ مت نکالو۔ اور آنکھ کے تارے مت کھاؤ تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس ریت میں راجا سویا ہوا ہے۔ جب یہ زندہ تھے تو انہیں نو سو نو زخم ہوئے تھے رات جس کی ماں نے ان کو رو کر اللہ کے سپرد کیا۔

لاشخوارها چشمان را از کاسه سر برون نکشید و نخورید' شاها نمی دانید که سالار در این ریگزار خرامیده است' هنگامیکه زنده بود 909 زخم خورده بود۔ مادر شان آنانرا شبانگاه باگریه وشیون وداع گفت۔

'Oh,' velture don't take out the eye, and don't eat the beloved darlings, you are not feeling that in this sand, a monarch is sleeping. When they were alive, they got nine hundred and nine wounds. In night their mother stopped them and handed over them to Allah.

۸

ڪُنبَ ڪُسَنِي، رِجھَڙي! لِڳين ٻُوَنِي واءُ،
اَميرَنِ مَٿاءِ، جِنِ تو ڦاڻ ڇاڻئون نہ ڪيئون.

کھسن کھنب بے دردي گر جھے لنگیں پوے بیماری
رھے امیر سڑیندے ڈھپے، تیس چھاو نا کیتی

اے گدھ تمہارے پر ختم ہو جائیں اور تمہارے جوڑوں میں درد ہو۔ میروں
کے اوپر تم نے پھولوں کی برسات کیوں نہیں کی۔

لاش خورھا پر و بال ھایتان بشکنند، چرا سروران را گلباران نکردید۔

'Oh,' velture your feather should vanish and your joints should ache, why you have not showered the nobles with the rain of flowers.

[9] [10]

ڳجهن وللي ڳاڙيا، ڏجها ڏک گهڻا،

[11]

لنگهي لَهين لوڙ جي، سوره ساماڻا،

[12]

ڪندا راماڻا، ڪزز ڪلي جا ڪرڙيا.

دکھڑے بھکڑے کئی طرفان دے گرجھاں بیٹھہ سہارے
اپنا ماس کھوایا تہانوں ایہہ جودھے بلکارے
شونقیں جنگ دے ایہہ شہزادے جوجھے سن مُکھہ ہوکے۔

گدھیں بہت سارے دکھوں اور غموں کی باتیں کر رہی تھیں۔ جب بہادر پیدا ہوئے تو ان کی خوراک کی تنگی ختم ہو گئی۔ جنگی بہادر' جنگ میں بہادری دکھائیں گے۔

لاش خورها مشغول ابراز سخنان بسیار غم انگیزی بودند' هنگامیکه دلاوران بدنیا آمدند مشکل کمبود خوراک لاشخوارها خاتمه یافته بود دلاوران جنگ دلاوری های خویش در صحنه ء نبرد رقم خواهند کرد۔

The velture's were talking of many sorrows and sufferings. When the valiants were born, the shortness of their living was finished. The war like, valiants will show their bravery in battle ground.

ڪُڏيا[13] ڪِلي ڪوڏيا، راوتَ[14] [10] ڪين رَهَنِ،
سائِنِ[15] سِرَ فدا ڪيا، اڳيان امامَنِ،
”مجاهدون في سبيل[16] الله“، ڪمُ اهوئي ڪَنِ،
حورون[17] هارَ ٻڌن، سهرا[18] شهيدَنِ کي.

جنگ دے شونقین جنگ دے اندر سر دی بازی لائی
آل علی سرداراں خاطر جندڑی گھول گھمائی
رب دی راہ تے جھوجھن سورمے ایہو کرن کمائی
سر سہرے گل ہار شہیداں آکے پاون حُوراں

جنگ کے شوقین بہادر جنگ میں سر کی بازی لگانے سے باز نہیں آتے ہیں۔ بہادروں نے اماموں کے سامنے اپنے سر فدا کئے۔ "اللہ کی راہ میں جو لڑتے ہیں" وہ یہی کام کرتے ہیں۔ جنت کی حوریں انہیں پھولوں کے ہار پہنا رہی ہیں اور سہرے باندھ رہی ہیں۔

دلاوران محنہ ھای نبرد تا سر از تن شان جدا نشود راحت نمی شوند' دلاوران در برابر ائمہ سرھای خود را فدا کردند' کسانیکہ در راہ خدا می جنگند ہمینگونہ برخورد می کنند۔ حوران بہشتی بہ گردن ھایشان حلقہ ھای گل می اندازند و آنان را گلباران می کنند۔

The war desirous, braves, cannot be kept away from betting upon heads during war. The braves had sacrificed their heads in front of Imams. "Who fight in the way and name Allah," They do the same work. The celestial brides of paradise are offering them the garlands of flowers and forehead covers made of flowers.

maablib.org

۱۱

ڪُڙيا ڪِلي ڪرڙيا، سانوَ سِلَحدارَ، [19]
هِڪُ ڀائُرَ، ٻِيا ڀائِٽيا، ٽِيان جاني جِگرَ يارَ، [20]
آرِزَنِ [21] ۾ اِحسانَ [22] سين، سوڀيا ٽيا سَردارَ،
حُورُنِ ٻَڌا هارَ، سِهرا شَهيدَنِ کي.

جنگ دے شونفین جنگ پنیے کردے بنھ ہتھیار جو جھارے
ویر بھتیجا سنگی ساتھی جگری یار پیارے
فضل خذا دا جھوجھے جودھے سُرخرو ہوگئے سارے
حواں آن بحشتوں پائے ہارتے بنھے سہرے

جنگ کے بہادر ہمیشہ ہتھیار بند رہتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھتیجے تیسرے جگری یار' طاقتور دشمنوں کے سامنے یہ سردار کامیاب ہوئے۔ حوروں نے پھول پہنائے اور شہیدوں کو سہرے باندھے۔

دلاوران صحنہ ھای نبرد ھموارہ مسلح ھستند۔ یک برادر دیگری برادر زادہ وبالاخرہ یک یار باوفای این سروران در برابر دشمنان زبردست پیروز شد' حوران بہشتی بہ گردن ھایشان حلقہ ھای گل انداختند وبر روی سرھایشان گل پاشیدند۔

The valiants of war always remained armed. One brother, second nephew, third the friend of heart and soul. These chiefs were successful against powerful enemies. The virgins of paradise, offered flowers and tied forehead flower garlands to the martyrs.

١٢

٢٣ ٢٤ ٢٥ ٢٦
جَنتَ سَندِيَنِ جُوءِ، ڦاٽِيَ هَليا ڦِردَوسَ ڏي،

٢٧ ٢٨ ٢٩ ٣٠
ڦاني ٿِيا ٿِي اَللهَ ۾، هُوءِ سين ٿِيا هُوءِ،‡

٣١ ٣٢
رَبَّ! ڏيکارِنين رُوءِ، اُنِين جي اِحسانَ سين!

جنت جا کے رب پیارے دل فردوس سدھائے
ایہناں مثانی اپنی ہستی اللہ وچ سمائے
دید ایہناں دا، اے رب سچے، مہر کریں دکھلائیں

بہشت ان کی جگہ ہے یہ اعلیٰ انسان فردوس کی طرف راہی ہوئے اور فنا فی اللہ ہو کر ان سے ایک ہو گئے اے مالک تو مہربانی کر کے ان کا مجھے دیدار کرا۔

بہشت مقر آنان است، این انسان ھای عالی نسب راھی فردوس شدند و فنا در ذات یکتا شدند۔ خداوندا دیدار شانرا نصیبم گردان۔

The heaven, the abode of blessing is the place of them. These superior persons move towards paradise and they were lost in temptation of God. They got united and mixed in one. 'Oh' Lord, do me the special favour and show me, those. (Martyrs)

١٣

حَسَنَ مِيرَ حُسَينَ جي، سُڻي جَنگِ جَهانَ
اَنَاڻا اوڙَ ڪَري، ڪارِن پَکَين ڪانَ.
پِي ڏاڏاڻا، پاڻَ سَيّدَ سڀِ سُلَهاڻيا.

جنگ وچ حسن، میر حُسین نے جوہر خوب دکھائے
کالے کھنبڑے بنھ کے میراں ڈاریں تیر اُڈائے
پیو دادے دی رکھ وکھائی سارے سرخرو ہوئے

حسن اور حسین کی جنگ کو تمام دنیائے عالم نے سنا اور کالے پروں والے تیر قطار در قطار اڑے، سید نے خود کو اور اپنے آباؤ اجداد کو سرخرو کیا۔

خبر جنگ نبرد حسنؑ و حسینؑ بہ گوش ہمہ جہانیان رسید و پیکان ھای سیاہ در صف سو بارید نہ سرور سروران خود را و نیاکان خویش را سرفراز نمود۔

Hassan (A.S.) all the world had heard about the war of noble Hussain (A.S.). The black feathered arrows fired in rows, Sayyed made successful himself and his ancestors.

۱۴

حَسَنَ، مِيرَ حُسِينَ کِيَ، رِنُو نِنِ نولَنِ،

کُهرِ ماڙهين، جهنگ مِرونين، اُين بر مُلکَنِ؛

پکين پاڻ پُچاڙ يو، تہ لَڏيو هوت وَڃن،

اَلا! شَهزادَنِ، سوڀون ڏنين، سَچا ڌڻي!

آل علی دے تن دھراں نے رل کے سوگ منائے
گھر دے لوکی بنے درندے عرشوں فرشتے آئے
اُڈدے پنچھی بے سدھ ہوئے دکھ نا جھلیا جائے
سُوہنا، میراں نوں رب پیارے دیویں دونہیں جہانی

امام حسن اور حسین کی شہادت پر تین گروہ زاروقطار روئے۔ گھروں میں انسانوں، جنگل میں سوروں اور عرش پر فرشتوں نے آنسو بہائے۔ پرندوں نے ماتم کر کے خود کو بے حال کیا اور کہا "عظیم انسان اس دنیا سے جا رہے ہیں" اے مالک حقیقی تم شہزادوں کو فتح یاب اور کامران کر۔

از چشمان سہ گروہ بر امام حسنؑ و امام حسینؑ اشک بارید۔ در منازل انسان ھا گریہ کردند، در جنگل ھا دیو و ددھا اشک ریختند و پرندگان گریہ و فغان کردند، بر عرش فرشتگان شیون و زاری کردند و گفتند انسان ھای عظیم دنیارا وداع می گویند، ای داور محشر شہزادگان را نصرت عطا بفرما۔

Upon the martyrdom of Imam Hassan (A.S.) and Hussain (A.S.), three groups weeped bitterly. In homes the humans, in forest the boars and on high skies, the angels. Birds mourned. And made themselves out of condition, and said that great persons are going from this world. 'Oh,' real lord, a help the princes to be successful and victorious.

§۱۵

حَسَنَ، ميرَ حُسينَ جو، جن نہ ھِنئڙي[9] جارُ[10]،
خالِقُ، رَبُّ جَبّارَ[11]، ڪِينَ مُرھيندو[12] لن کي.

درد جہناں دے دل وچ ناہیں علی دے شیراں سندا
سچا رب جبار تہناں نوں ہر گز نا بخشندا

حسن اور حسین کا جس کے دل میں درد نہیں ہے اس کو اللہ تعالٰی نہیں بخشیں گے۔

اگر قلب کسی برای حسنؑ و حسینؑ جریحہ دار نمی شود خداوند متعال آنرا نمی آمرزد۔

Hasan (A.S.) the heart which is not having pain for noble Hussain, Allah will not bless those.

وائي

ماتمُ امامَنِ جو ڪَريو، ماتمُ شَهيدَنِ جو ڪَريو،

روئي روئي اکيون، رَتَ سين ڇو نه ڀَريو؟

جيڪي امامَنِ سين ٿيو، سو پاڻَ ڌڻيءَ پيدا ڪيو.‡

ماتم اماماں دا کرلئیے ، ماتم شہیداں دا کرئیے
ماتم اماماں دا کرلئیے
روئیے سوگ منائیے ، رت دے ہنجو اکھیں بھرئیے
ماتم اماماں دا کرلئیے
نال اماماں جیہڑی ورتی، بھانا رب دامن کے جرئیے
ماتم اماماں دا کرلئیے

ماتم اماموں کا کرو، ماتم شہیدوں کا کرو، رو رو کر اپنی آنکھوں کو خون سے کیوں نہیں بھرتے ہو۔ جو اماموں کے ساتھ ہوا۔ اس کا امر اللہ نے ازل ہی سے کر دیا تھا۔

به ماتم ائمه ء اطہار بنشینید به ماتم شہیدان بنشینید، چرا اشکان خون از چشمانتان نمی بارد، آنچه با ائمه ء گزشت حکم خداوند متعال از همان نخستین روز آفرینش بود۔

maablib.org

Mourn the Imams, mourn the martyrs. Why not you fill your eyes with tears of blood by weeping. Who will on side on Imams, he had immortal fate from beginning by Allah.

MAAB 1431
maablib.org

سندھی مرثیہ کی مختصر اجمالی تاریخ

ترجمہ: غلام حسین سومرو

maablib.org

رب ارني ثانيا ارض النجف و الكربلا

رب ارني ثـانيـاً ارض النّجفِ و الكربلا
يـا خدا بنما بمن بـار دگـر آن روضها

يا خدا پهر بهي دکها مجکون وه ميري مقتدا
اي خدا پهر به مون ذيکار منهجا سَن گهرّيا

يا علي أنا أسائلک انت الکريم اخ الکريم
مـن گدائي درگهت اي مظهر لطفِ عميم

مين تيري در کا سوالي تو ميرا نعم النعيم
پير آئون پيناءُ تنهجو تون سندم صاحب سخا

نيس دين [illegible] سا خالف بدينَک يـا علي
نيست اسلام هدا برعکس امرت اي ولـي

جس کو هے تيري عداوت اسکي جڑ بوٹي جلي
تنهجي دشمن جو خدا دشمن ۽ ويري مصطفيٰ

من اقرک قد هدّاي من انکرک ضالٌ سَبيل
مقبلِ حق شد محبت منکرت خوار و ذليل

جکو مانا حقّ مانا تـم رهے حق کا دليل
جن محبٌ صدقوْ [illegible] من هر [illegible] تن کفر کا

حق اهل البيت "ثايت كربلائي" اشتك
حرمت آل النبي و مالك ملك و ستك

مجكون ابني يـاد مين ركهنا دم آخر تلك
ولسطي آل محمد شج سـائـل جـسـي صـدا

سندھی مرثیہ کی مختصر اجمالی تاریخ

مشرق اور مغرب کی تمام زبانوں کی شاعری میں مرثیہ کی صنف موجود ہے۔ انگلش میں اسے "ا-لیجی" کہتے ہیں۔ مرثیہ کے لغوی معنی ہیں' وہ نظم جو کسی شخصیت کی موت یا دکھ دائک یا المناک واقع سے متاثر ہو کر کہا جائے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں شاعروں نے اپنے انفرادی تعلق رکھنے والی شخصیات اور واقعات پر مرثیے لکھے ہیں اور تاریخی اور قومی کرداروں اور حادثات پر بھی لکھے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہاں مرثیہ کا خاص مطلب اس نظم کے لیے مقرر ہو گیا ہے' جس میں امام حسین علیہ السلام اور دوسرے شہدا کی تعریف اور توصیف اور انہیں درپیش آئے مختلف مصائب کے دکھ کا اظہار ہوتا ہے۔ جذباتی لگاؤ کے سبب اس میں درد اور غم کی تاثراتی کیفیت ہوتی ہے اور سننے والوں پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ جوش اور جذبے کے سبب مرثیہ داخلی شاعری کا بہترین نمونہ ہوتا ہے۔ منظر نگاری' سیرت نگاری اور کردار نگاری مرثیہ کے اہم اجزاء ہیں۔ اس لیے مرثیہ میں جو تصور کی زبردست قوت استعمال ہوتی ہے' اس نے اس صنف کو اہم ادبی مقام دیا ہے۔ اردو ادب میں انیس اور دبیر اس وجہ سے مقام اعلیٰ پر فائز ہیں کیونکہ ان کے مرثیہ کی بیاض کو اردو ادب کا قیمتی سرمایہ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ میر انیس کو تو "خدائے سخن" کہا جاتا ہے۔ سندھی میں مرثیہ کی صنف کو مذہبی صنف کے دائرے سے باہر نکال کر اس کا ادبی مطالعہ نہیں کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس صنف میں ہمارے پاس کافی مواد موجود ہے اور مناجات' مداح' مولود اور مناقب کی طرح ادبی نقطہ نگاہ سے اس کے مجموعے مرتب کر کے سندھی لوک ادب میں اچھا خاصا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

عرب کی شاعری کی ابتداء جذبات کے اظہار سے ہوئی اور مرثیہ عربی شاعری کی ابتدائی صنفوں سے ہے۔ کیونکہ یہ شدید جذبات کے اظہار کا ایک کارگر ذریعہ ہے۔

قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایک تحقیق شدہ حقیقت ہے کہ سندھی مرثیہ☆ کی ابتدا تب ہوئی جب سندھی شاعری وجود میں آئی۔ اور سندھی مرثیہ کی ابتدا بھی ابیات اور

دوہوں سے ہوئی۔ جس کی مثال "سُر خدائی" حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ میں سُر کیڈارو☆ ہے، جس کے پڑھنے سے درد اور غم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے' نہ صرف اتنا بلکہ جوش اور شدت جذبہ کے سبب بال رواں رواں ہو جاتے ہیں۔ لیکن علم عروض کی حدود کے اندر عربی بحر پر، جس نے سندھی مرثیہ کی ابتداء کی وہ سید ثابت علی شاہ ہیں۔ اور اس کا سہرا سید ثابت علی شاہ کو ہی جاتا ہے۔ وہ خود اپنے زیارت نامہ میں فرماتے ہیں۔

مرثيو سنڌي اڳي هو ڪونہ اصلي سنڌ ۾
جي ڪو هو، تان پڻ نہ هو مشهور هن پر هر ڪجا.

مرثیہ سندھی میں نہ تھا دراصل اگر تھا بھی تو ہر جگہ مشہور نہ تھا۔
سید ثابت علی شاہ نے پہلا مرثیہ ۱۸۶اھ '۱۷۷۲ء میں (مراثی) کہا' جس کا مطلع ہے۔
"اے خدا کے لاڈلے سردار سرور یا حسین"

اس کے بعد مسدس کی صورت میں بھی مرثیے کہے۔ یہ سید ثابت علی شاہ کا سندھی میں اس صنف کی وسعت اور ترقی کی طرف پہلا قدم تھا۔

کلہوڑا اور تالپور حکمران مذہب اثنا عشری سے تعلق رکھتے تھے۔ جس طرح ایران میں صفوی خاندان ' اور ہندوستان میں لودھ میں والیاں اودھ کے دور میں مرثیہ کو عروج حاصل ہوا اسی طرح سندھ میں کلہوڑا اور تالپور خاندان کے دور میں سندھی مرثیہ عروج پر پہنچا۔

سید ثابت علی شاہ کے بعد کتنے ہی سندھی مرثیہ گو شعراء پیدا ہوئے ' جنھوں نے نہ صرف مرثیہ میں جدت پیدا کی ' بلکہ پہلے صرف مرثیہ غم اور الم کے بیان تک محدود تھا اس میں گھوڑے ' تلوار اور دوسرے جنگی ہتھیاروں کی بھی علیحدہ علیحدہ اوصاف ' سراپا اور واقع نگاری کے ساتھ زور کلام ' بندش کی چستی اور بیان کی روانی پیدا کی اور اس کے ساتھ نئے نئے اسلوب بنا کر ایک ہی واقع کو ہزارہا رنگوں میں بیان کر کے مرثیہ کی صنف کو اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر اس صنف کو سندھی علم و ادب سے نکالا جائے تو اس میں صرف خدوخال اور گل و بلبل کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہے گا۔ اور اگر اس مذکورہ صنف کا ذکر نہ کیا جائے تو سندھی شاعری کی تاریخ نامکمل رہ جائے گی۔

ابھی ہم ان سندھی شعرا کا مختصر احوال بمعہ ان کے کلام کے پیش کریں گے جنھوں نے مرثیہ گوئی پر طبع آزمائی کر کے اس صنف کو تقویت پہنچائی۔

عبداللہ کچھ۔ بچ کے ناڑی گاؤں میں پیدا ہوئے وہ ذلت کے مندھرو تھے ۱۱۴۹ھ - ۱۷۳۶ء میں وفات پائی۔ ان کی مندرجہ ذیل تصانیف مشہور ہیں۔ کنزالعبرت' قصص الانبیاء' خزانتہ الابرار' خزانتہ الاعظام' خزانتہ الروایات' قمرالمنیر' علاوہ ازیں تمیں حرفی لکھی' کنزالعبرت میں مخدوم عبداللہ نے قصہ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام لکھا ہے۔ جس میں واقعہ کربلا الف اشباع کی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

جڏهن يزيد بن معاويه کي آئي خلافتا
تڏهن امام حسين تنهن جي نہ ڪئي بيعت قبولا
چيو حڪم جو خلافت جو سو امر عظيم آ
تہ لائق نہ منا فاسق ، تنهن جي اهلون ڪين رها

جیسے اور جب یزید ابن معاویہ کو خلافت ملی۔
تب حضرت امام حسین نے اس کی بیعت قبول نہیں کی۔
کہا حکم خلافت ایک عظیم امر ہے۔
اور اس لیے یہ فاسق کے لیے نہیں ہے۔

شاہ عبداللطیف ابن سید حبیب شاہ نے ۱۱۰۲ھ - ۱۶۸۹ء میں تحصیل حالا' کھٹیانوں کے نزدیک' گاؤں بھئی پور میں جنم لیا۔ شاہ لطیف سندھ کا عظیم اور حیات جاوداں شاعر ہے۔ شاہ لطیف شاعر ہی نہیں' بلکہ شاعر گر تھے' اور تمام شاعرانہ خوبیوں کے مالک تھے' وہ صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ ایک اعلیٰ مقام پر فائز ناصح اور فلسفی بھی تھے۔ ان کے کلام سے دکھی کو دوا اور ستائے ہوئے کو مداوا ملتا ہے۔ پڑھنے والے کے اندر سے ازخود آواز نکلتی ہے۔ "تو حبیب' تو طبیب' تو درد کی دوا" شاہ کے ابیات' ابیات نہیں ہیں' بلکہ جیسے آپ خود ہی فرماتے ہیں۔

"یہ ابیات نہیں ہیں بلکہ یہ آیتیں ہیں جو پیاسے کو محبوب کی چوکھٹ پر پہنچاتی ہیں۔
ان کے اشعار میں بڑی خوبی یہ ہے کہ مختلف طرح سے' جدا جدا لوگوں کے منہ سے وہ باتیں بتاتے ہیں کہ جن کے سننے سے دل درد سے پر ہو جاتا ہے اور روح شاعر کے سوز والے خیال

میں محو ہو جاتی ہے، جو سوز اور گداز شاہ لطیف کے کلام میں ہے، وہ اور کسی شاعر کے کلام میں نہیں ہے۔ ماحاصل کہ شاہ لطیف کے اشعار بے نظیر اور ہیرے جواہر کی مثل ہیں۔ جن کا ادراک عقل سے بالاتر ہے۔ شاہ لطیف نے ۱۴ صفر ۱۱۶۵ھ - ۱۷۵۱ء میں وفات پائی۔

ڏٺــو محرم ماہ، سڪو شهزادن ٿيو
ڄاڻي هيڪ الله، پاڻ وڻنديون جو ڪري

ماہ محرم آگیا، شہزادوں کو فکر ہونے لگی۔
اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ اپنی پسندیدہ چیزیں خود کرتا ہے۔

محرم مـوٽـسي آئيو آيا تان نہ امام
مديني جا مير، ڌاتـر مـــون ڏيکارين

محرم پھر آ گیا لیکن امام واپس نہیں آئے
مدینے کے امیر مولا مجھے ملا۔

حسن مــير حسين جـــو جن نہ هينڙي جار
خالق رب جبار، ڪين مرهيندو تـــن کـي

حسن اور میر حسین کا جس دل میں دکھ نہیں ہے
خالق رب جبار اس کو کبھی معاف نہیں کریں گے

چار تراريون جيلهہ ميں، پنڊي ۾ پاڳـــون
اگين جون آڳون، ڪونر ڪلي ۾ موڪيون

چار تلواریں کر سے اور دو کٹاریاں باندھ کر
اپنے اباؤ اجداد کو بہادر نے جنگ میں سرخرو کیا

مخدوم عبدالروف بھٹی ہالائی

مخدوم عبدالرؤف بھٹی، تخلص "عاصی" پرانے ہالا کے باسی تھے۔ یہ بزرگ مذہبی شاعری میں "مولود النبی" کے موجد تھے۔ علاوہ ازیں کئی مداحیں الف اشباع میں نظم کی ہیں۔ جن سے کچھ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر کیا گیا ہے، مخدوم صاحب نے ۱۱۶۶ھ ۱۷۵۲ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

من اندر ماتام يارو تن يتيمن جو
كربلا جي پڙ ۾ ميان الا اصل هو انجام
كش قريبن جو
شهزادن شهادت جو الا جال پيتو جام
ٿڙن معصومن جو

من کے اندر ماتم ہے اے دوستو تیموں کا
کربلا کے میدان میں قتل ہونے کا اصل عہد تھا اقربا کا
شہزادوں نے جام نوش کیا شہادت کا
اس طرح مرنا تھا معصوموں کا

مولوی احمد

مولوی احمد نے ۱۲۱۳ھ / ۱۷۹۸ء میں وفات پائی۔ ان کی دوسری تصانیف کے سوا، ملا حسین واعظ کاشفی کی لکھی ہوئی کتاب "روضۃ الشہدا" کا منظوم ترجمہ سندھی میں کیا ہوا ہے۔ جو الف اشباع کے قافیہ میں نظم شدہ ہے، جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ بیان کیا ہوا ہے۔

تان جـڏهـن ٿيو واقعو هـي دار ۾ دنيا
رت هارئـو زمين تـي سـنـدو سپريا
عـرش ڪرسي آپ مڙيوئـي لرزي ۾ آيا

جب یہ واقع دنیا میں رونما ہوا
تو محبوبوں کا خون اس سر زمین پر ٹپکا
عرش کرسی و آسماں تمام میں زلزلہ ہوا

سید ثابت علی شاہ

سید ثابت علی شاہ ابن سید مدار علی شاہ نے ۱۱۵۳ھ / ۱۸۴۰ء میں سیہون شریف میں جنم لیا۔ آپ میاں سرفراز خان عباسی کے ہم کتب تھے۔ شاعری میں ان کے استاد مولوی غلام علی مداح ابن مولوی محسن ٹھٹوی تھے۔ کلہوڑوں کے آخری اور تالپوروں کے ابتدائی دور میں خصوصی طور پر سندھی شاعری میں تبدیلی ہونے لگی۔ اس دور میں یہ سندھ کے پہلے شاعر ہیں ' جنھوں نے موزون شاعری میں مرثیہ اور مناقب کہے۔ ان کا تمام کلام فصاحت اور سلاست سے لبریز ہے۔ شاہ صاحب نے ادبی نقطہ نگاہ سے مرثیے میں جدت اور نئے اسلوب پیدا کئے' علاوہ ازیں صحیح معنوں میں رزمیہ شاعری کی ابتدا سید ثابت علی شاہ سے ہوئی۔ ہجویہ سندھی اشعار بھی پہلے آپ نے کہے۔ عربی اور فارسی کی آمیزش ' محاورے ' تشبیہات اور خیالات بھی پہلے ثابت علی شاہ نے سندھی مرثیہ میں اس فراوانی سے کہے کہ سندھی شاعری کا رخ تبدیل کر دیا۔ ان کی کلیات مربع ' مسدس ' مخمس ' قصیدہ ' سلام ' مثنوی ' مناجات ' نعت ' اور منقبت سے مالا مال ہے۔ ثابت علی شاہ نے میر کرم علی خان تالپور کے توسط سے کربلا معلی کی زیارت کی اور ۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴ء میں میر غلام علی تالپور کے سفیر کی حیثیت میں ایران گئے۔ سن ۱۲۳۵ھ / ۱۸۴۰ء میں سیہون شریف میں رحلت فرمائی۔ وہاں کربلا نامی قبرستان میں مدفون ہیں۔

انتخاب

ڙهيو گهوڙي تي چڙهي الله اڪبر شهسوار

پڙ غضب ٿيو هٿ وٺي لا سيف الا ذوالفقار
ڪرسي ٿا ڪنبن هو گاو ماهي بيقرار
حضرت روح الامين ڪي پنهنجا پر پيا يادگار

برش تيغ دوسر هر وقت ان ڪسي ياد هئي
توم جيني جنهن جي ضربئون بيخ و بن برباد هئي

گھوڑے پر سوار ہو کر شہسوار نے اللہ اکبر کہا
اور ساتھ لیکر لاسیف الا ذوالفقار جب پر غضب ہوئے
عرش کرسی کانپ گئے اور گاؤ ماہی بے قرار
حضرت روح الامین کو اپنے پر یاد آ گئے
برش تیغ دو ہر وقت ان کو یاد تھی
قوم جینی جس کی ضرب سے بیخ و بن برباد ہوئے

سید خیر شاہ

سید خیر شاہ ' سید ثابت علی شاہ کے ہمعصر شاعر تھے' وہ حیدر آباد میں پھلیلی کے نزدیک سیالوں کے گاؤں میں رہتے تھے۔ سید خیر شاہ اور سید ثابت علی شاہ کے درمیان ہر وقت نوک جھوک جاری و ساری رہتی تھی۔ سید خیر شاہ کا جنگ نامہ مشہور ہے ' جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا فضائل بیان کیا ہوا ہے۔ انہوں نے حیدر آباد شہر میں اپنے نام پر "خیر شاہ" کا پڑ بنایا اور وہیں رہے ان کا مزار بھی وہیں ہیں۔

انتخاب

صالح فرزند ٿيا تولد گهر علي جي شير شجاع
جايا جام وڏا تن جمندي بار بخت بلند هاء
حسن حسين رکيا تنهن نالا خاصو جو ختم الانبيا
نانو جن جو مير محمد پدر علي ماءُ خيرالنساء

جيڊ جن جي شان جو شاهد قادر جو قرآن ٿيو

عظیم فرزند ' علی شیر شجاع کے گھر پیدا ہوا
پیدا ہوتے ہی ان کے بخت بلند و بالا تھے
حسن اور حسین نام رکھے ان کے ختم الانبیاء نے
نانا جن کا محمدؐ والد علی اور والدہ خیر النساء
جید جن کی شان کا شاہد قادر کا قران ہوا

سید عظیم الدین ٹھٹوی

سید عظیم الدین تخلص "عظیم" ابن سید یار محمد حسینی ٹھٹوی نے ۱۱۴۲ھ / ۱۷۲۹ء میں ٹھٹہ میں جنم لیا۔ یہ سندھ کے مشہور مورخ علی شیر قانع کے بھتیجے تھے۔ سید عظیم الدین سندھ میں فارسی کے مایہ ناز اور باکمال شاعر اور صاحب دیوان ہو گزرے ہیں۔ یہ میر فتح علی خان کے خاص مصاحب اور درباری شاعر تھے۔ شاہ صاحب نے ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء ٹھٹے میں وفات پائی۔

انتخاب

اڄ مير مومنن جا مدينو ڇڏي هليا
گهر ڇاهي جنت ۾ آتارا اڏي هليا

سڄ چنڊ مصطفا جا سڀئي دل ڪڏي هليا
انڌار ٿي نبي جا ستارا لڏي هليا

آج مومنوں کے میر مدینے کو چھوڑ کر چلے
مکان چھوڑ کر انہوں نے جنت میں اپنے ڈیرے بنائے ہیں
مصطفیٰ کے یہ چاند ستارے اور دل ایک ساتھ چلے گئے
اندھیرا ہوا کہ نبی کے ستارے چلے گئے

سچل سرمست

حافظ عبدالوہاب عرف پیخدنہ ابن صلاح الدین فاروقی ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء ضلع خیرپور کے گاؤں درازا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حافظ عبداللہ قریشی حالانی سے حاصل کرکے' حافظ قرآن ہوئے اور فارسی تعلیم اپنے چچا خواجہ عبدالحق سے حاصل کی۔ سندھی شاعری میں سچو یا سچل تخلص استعمال کرتے تھے۔ سرائیکی اور اردو میں پیخدنہ تخلص تھا۔ فارسی میں ان کی "دیوان آشکار" شائع ہو چکی ہے۔ انہوں نے سندھی مرثیہ پر بھی طبع آزمائی کی ہے' حضرت سچل نے ۱۳ رمضان ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۷ء میں نوے برس کی عمر میں وفات پائی اور درازا میں مدفن ہیں۔

يا امام المسلمين ڪر يار ياري يا حسين
ملڪ ۾ ماتم پيو ٿئي بيقراري يا حسين
بلبلان ڇوڙي ڇڏيا باغ و بهاري يا حسين
هاءِ حورن کي ڏنهن جي انتظاري يا حسين

یا امام المسلمین کر یاری یار یاحسین
ملک میں برپا ماتم ہوا ہوئی بے قراری یاحسین
بلبلوں نے چھوڑ دی باغ و بہاری یا حسین
حوران بہشت کو تیرا انتظار ہے یا حسین

میرزا مراد علی بیگ

میرزا مراد علی بیگ ابن میرزا محمد فاضل بیگ "فاضل" اس تاریخ☆ کے پردادا میرزا فتح علی بیگ "فتح" کے والد تھے۔ یہ خیرپور میں میر سہراب خان اور میر رستم خان کے پاس فارسی' اردو' اور سندھی مرثیہ اور منقبت پڑھتے تھے۔ ابتداء میں میرزا صاحب' ثابت علی شاہ کے مرثیوں سے متاثر ہو کر سیہون میں ان سے ملاقات کرنے جاتے تھے۔ فن شاعری سے واقف ہونے کے باوجود شاہ صاحب کو مرثیہ گوئی میں اپنا استاد مانا۔ جس کے بعد خیرپور میں

مرثیہ گوئی کی بنیاد میرزا صاحب نے ڈالی۔ میرزا صاحب' مرثیہ میں سراپا کے ساتھ رزمیہ شاعری کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے' مرثیہ میں کام لائے۔ آخوند محمد عالم اول ان کے طالب علم تھے۔ انہوں نے سندھی شاعری میں "سائل" اور فارسی اور اردو میں "مراد" تخلص کیا۔ ان کا کلام منقبت' مرثیہ' قصیدہ' رباعی' نوحہ' سلام وغیرہ پر مشتمل ہے۔ انہوں نے بڑی عمر پائی۔ ۱۵ صفر ۱۲۴۲ھ / ۱۸۷۳ء میں خیرپور میں وفات پائی اور وہیں مدفن ہیں۔

انتخاب

هاءِ بانو جو لال اَڄ ٿو مري
اصغرِ نونهال اَڄ ٿو مري
طفل هو خستہ حال اَڄ ٿو مري
تشنہ لب خورد سال اَڄ ٿو مري
ان جي امان جا دل جلي آهي
پينگهي وٽ بيٺي هيڪلي آهي

ہائے بانو کا لال آج مر رہا ہے
اصغر نونہال آج مر رہا ہے
یہ طفل خستہ حال آج مر رہا ہے
تشنہ لب اور خورد سال آج مر رہا ہے
ان کی ماں کا دل جل گیا ہے
اور جھولے پر تنہا کھڑی ہے

میر نصیر خان

سرکار فیض آثار میر محمد نصیر خان تخلص "جعفری" ابن میر مراد علی خان تالپور حکومت سندھ کے آخری فرماں روا تھے۔ انہوں نے ۱۸۰۴ء میں حیدر آباد کے قلعہ میں جنم پایا۔ ابتدائی تعلیم کے لیے پہلے ایک ایرانی عالم مقرر ہوئے اور آخر میں آخوند محمد بچل نیاری والے ہوئے' جو بعد میں عہد حکومت میر نصیر خان میں وزیر مقرر ہوئے' ۱۸۴۳ء میں جب

سر چارلس نیپر نے سندھ پر غاصبانہ قبضہ کیا۔ تب میر نصیر خان کو نظر بند کر کے کلکتے بھیجا گیا' جہاں ۱۸۴۵ء میں وظائف پڑھتے ہوئے ان پر سکتہ طاری ہو گیا' اور پلک جھپک میں ان کی روح پرواز کر گئی۔

انتخاب

خلد مئون خلعت جا آئي جنهن جي تن جي واسطي
سو پيو محتاج پٽ ۾ اڄ ڪفن جي واسطي
مرتضيٰ آيو نجف کئون من موهن جي واسطي
مصطفيٰ کي ڪو سڏي ان جي دفن جي واسطي

خلد سے خلعت آئی جس کے تن کے واسطے
وہ آج محتاج زمین پر پڑا ہے کفن کے واسطے
مرتضیٰ آیا ہے نجف سے من موہن کے واسطے
مصطفیٰ کو کوئی بلائے ان کے دفن کے واسطے

آخوند محمد بچل

آخوند محمد بچل ابن محمد صالح ٹھیاری کے باسی تھے۔ پہلے میر نصیر کے استاد ہوئے بعد میں وزیر بنے۔ آخوند صاحب فارسی شاعری میں "انور" تخلص استعمال کرتے تھے اور سندھی شاعری میں "بچل" آخوند صاحب نے ۱۸۶۱ء میں ٹھیاری میں وفات پائی اور وہیں مدفن ہوئے۔

انتخاب

جنهن جو قدر و منزلت قرآن ۾ قادر ڪيو ياد
سورة يٰسين طاها ڪاف ها يا عين صاد
سي مڙئي مقبول حق عالي نسب والا نژاد
انما و هل اتيٰ جا محض مقصد ۽ مراد

لائق لولاڪ ناميا نور رب العالمين
وارث محراب و منبر قبلهٔ دنيا و دين

جس کی مقدر و منزلت قرآن میں خدا نے کی یاد
سورہ یٰسین طاہا کاف ہا یا عین صاد
یہ تمام مقبول ہیں حق عالی نسب والے نژاد
انما و ھل اتٰی کے محض مقصد اور مراد
لائق لولاک نامیا نور رب العالمین
وارث محراب و منبر قبلہ دنیا و دین۔

مرزا بندہ علی بیگ

مرزا بندہ علی بیگ ابن مرزا محمد باقر بیگ ما نجھند میں جنم پائے۔ یہ اصلاً جارجین نسل تھے۔ حیدر آباد میں ڈی۔ سی صاحب کا بنگلہ تالپوری عہد میں مرزا باقر کی اوطاق (ڈیرا) تھی۔ مرزا صاحب سندھی شاعری میں "بندہ علی" تخلص استعمال کرتے تھے اور فارسی شاعری میں "علی" برطانیہ سرکار کے دور حکمرانی میں تحصیلدار تھے ۱۸۷۹ء میں ۴۸ برس کے عمر میں مانجھند میں وفات پائی اور وہیں مدفن ہیں۔

انتخاب

جڏ ڪربلا ۾ آيو شہ ڪربلا حسين
ڪيو جزم رزم عزم قضا با رضا حسين
سجدي ۾ سر رکي ڪيو شڪر خدا حسين
شڪر خدا ۾ ڪرب و بلا ڪيو بجا حسين
جنهن سر کي پنهنجي سيني سين لاتو ٿي مصطفيٰ
تنهن سر جو تخت نيزو ۽ جسم خاڪ ڪربلا

جب کربلا میں آئے شاہ کربلا حسین
کیا جزم رزم عزم قضا با رضا حسین

سجدے میں رکھ کر سر شکر خدا کیا حسین نے
حکم خدا پہ کرب وبلا کیا بجا حسین نے
جس سر کو اپنے سینے سے لگاتے تھے مصطفیٰ
اس سر کا تخت نیزہ ہے اور ہے تاج خاک کربلا

آخوند محمد عالم

آخوند محمد عالم، تخلص "عالم" ذات ہنبور ۱۸۰۰ء میں خیرپور میں پیدا ہوئے اور ۱۸۷۰ء میں وفات پائی۔ یہ ثابت علی شاہ اور میرزا مرادعلی بیگ کے مرثیوں سے متاثر ہوئے۔ اور مرزا مراد علی بیگ کو اپنا استاد بنایا۔ عالم نے مرثیوں میں اکثر بندوں کے بند، "بین" میں لکھے ہیں۔ مرثیوں میں ربط اور تسلسل قائم ہونے کے ساتھ انتہائی سلیس کلام ہے۔ عالم عتبات عالیات کی زیارات سے بھی شرفیاب تھے۔

انتخاب

اي مومنو مڙني ٻڌو هي واقعو بيداد جو
افسوس جو اندوه جو غم جو فغان فرياد جو
هي ظلم جو هي قهر جو قتل علي اولاد جو
مظلوم جو مسڪين جو دردِ دلِ ناشاد جو
آخر تہ دل جي جوش ڪئون منجهہ ڀرين دفتر درد جي
هيٰ هاھ روئـي هـن طرح راوي روايت ٿـو ڪري

اے مومنوں سنو یہ واقعہ بیداد کا
افسوس کا، اندھیر کا، غم و فغان فریاد کا
ظلم و قہر کا، قتل اولادِ علی کا
مظلوم کا مسکین کا، درد دل ناشاد کا
آخر تو جوش دل سے و دفتر درد سے
ہائے یہ راوی رو کر روایت اس طرح کر رہا ہے

مسکین ماچھی

مسکین ماچھی کے کلام سے لگتا ہے کہ یہ خیرپور کا باسی اور آخوند محمد عالم اول کا ہمعصر شاعر تھا۔ جس سے مرثیہ گوئی میں شاعرانہ چشمک کی ہے۔

انتخاب

جهن وقت ٿيو هو رڻ ۾ گهايل علي اڪبر
گهوڙي کي ڪئين اشارو خيمي طرف سگهو وَرُ
صورت انهي سين توکي مرڻي ته تنهجي مادر
عابد ادي کي چئو نئي تون روئي روئي هن پر
عابد خدا کي پرتين تنهجو خدا نگهبان
ڪوفن ڪهي ڪيو مون کي اي منهجا جاني بي جان

جس وقت میدان میں علی اکبر گھائل ہوئے
گھوڑے کو کیا اشارہ کہ خیمے کی طرف واپس جلد لوٹ
اس صورت میں تمہیں دیکھے میری مادر
عابد بھائی کو بھی رو رو کر کہنا اس طرح سے
عابد تم خدا کے سپرد ہو
خدا تمہارا ہے نگہبان
کوفیوں نے قتل کر کے مجھے کیا بے جان

بیدل فقیر

قادر بخش تخلص "بیدل" روہڑی کے باسی تھے۔ ۱۸۱۴ء میں ان کی ولادت ہوئی اور ۱۸۷۲ء میں وفات پائی۔ ان کا کلام فارسی، اردو، سرائکی اور سندھی زبانوں میں موجود ہے۔ بیدل یگانہ عالم اور شاعر ہو گزرے ہیں۔

جانشين مـــولا جگر گـوشہ بتول
ڪربلا ۾ آيو جڏ ابـن۔ رسول
ورہ جـــي وادي ۾ ڪيو نرمل نزول
ســـوز سورن جـــو سہو سـامان ٿيو

انتخاب

کربلا میں جب آئے ابن رسول
جانشین مولا جگر گوش بتول
دکھ کی وادی میں کیا اس بے بہا۔لال نے نزول
سوز و درد کا یہ تمام سلسلہ ہوا

فقیرغلام حیدر شر

فقیر غلام حیدر تخلص "غلام حیدر" ابن میاں قائم خان گاؤں مینگھو شر ضلع خیرپور میں ۱۸۰۰ء میں جنم پائے اور ۱۸۷۹ء میں وفات پائی۔ فقیر غلام حیدر شر تحل سرمست کے خاص نائب اور نانک یوسف کے بالکوں میں مشہور تھے۔ کچھ عرصہ شکارپور کے تحصیلدار رہے۔ لیکن طبیعت فقیری کی طرف مائل ہونے کے سبب ملازمت چھوڑ کر فقیری لباس زیب تن کر کے اپنے گاؤں میں آکر رہنے لگے ان کا کلام سندھی' اردو' فارسی اور سرائیکی زبانوں میں ہے۔

انتخاب

شائق ڪٽي شمشيرون ڪاهي پيا ڪفران ۾
ڏڙ ڏڙن تي سـپ هنيائون درد جي دوران ۾
سـپ هـٽيا بـازي بهادر بـــرہ جـــي باران ۾
وير سـپ وطنئون جدا ٿيا تنهنجي خاطر يا حسين

شائق شمشیریں اٹھا کر کود پڑے کفران میں
سب نے بہادری دکھائی اس درد و غم کے دوران میں
یہ تمام بہادر تھے برہ کے باران میں
یہ تمام پیارے وطن سے دور ہیں تمہاری خاطر یا حسین

مرزا فتح علی بیگ

میرزا فتح علی بیگ تخلص "فتح" ابن میرزا مراد علی بیگ "سائل" نے ۱۸۰۰ء خیر پور میں جنم لیا ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء حیدر آباد میں وفات پائی۔ میرزا صاحب کا کلام اردو اور سندھی زبانوں میں ہے' ان کے دیوان میں' مرثیہ' نوحہ' قصیدہ اور نعت بھی ہیں۔ میرزا صاحب میر حسن علی کے خاص مصاحب تھے۔ اور میرزا صاحب کی گذارش پر ہی میر حسن علی نے شاعری کا آغاز کیا۔ ان کے کلام میں شان روانی' زباں کی حلاوت' طرز بیان میں دل نشینی بکثرت نظر آتی ہے۔

انتخاب

دشتِ بلا ۾ گم علي اڪبر جي لاش ٿي
فرزندِ مرتضيٰ کـي پسر جـي تلاش ٿي
داغِ جگر تي ناخنِ غم کان خراش ٿـي
سنگِ الم سان شيشه دل پاش پاش ٿـي
اڪبر جي غم کان ماءُ گهڻو دردمند ٿـي
گهر ۾ رڻ پٽڻ جي صدا پـڻ بلند ٿـي

دشت بلا میں جب گم اکبر کی لاش ہوئی
فرزند مرتضی کو پسر کی تلاش ہوئی
داغ جگر پہ ناخن غم سے خراش ہوئی
سنگ الم سے شیشہ دل پاش پاش ہوا
اکبر کے غم میں مادر بےحد درد مند ہوئی
گھر میں رونے اور پیٹنے کی صدا بھی بلند ہوئی

مخدوم امین محمد سائیں

حضرت مخدوم امین محمد سائیں ثالث عرف "سائیں ٻڪڻ ڌڻي" صدیقی قریشی رحمتہ اللہ علیہ ابن حضرت مخدوم محمد زمان رابع رحمتہ اللہ علیہ۔ مخدوم امین سائیں کی ولادت ۲۶ اکتوبر ۱۸۳۸ء میں ہوئی۔ وہ ۱۵ برس کے تھے تو ان کے والد بزرگوار نے ۱۸۵۳ء میں وفات پائی۔ مخدوم امین محمد سائیں کے کلام میں' کافی' بیت ' لوڑائو' سہ حرفی' مولود شریف' اردو غزل اور مرثیہ موجود ہے۔ انہوں نے جوانی کے عالم میں ۲۹ جون ۱۸۸۶ء کو وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفن ہیں۔

انتخاب

جڏ حسين ابن علي پيدا ڪيو پروردگار
حڪم ڏيو ان وقت جبرائيل کي از ڪردگار
ڏي مبارڪ مصطفیٰ کي وڃ مديني جي ديار
لوڏ آن پباري جو پينگهو نير نيڻين واهي نار
في الجنان نهرٌ لبنٌ هي لال کي لولي ڏجاءِ
هي حسينا هي حسينا هيئن جئي ڪورنش ڪجاءِ

جب حسین ابن علی پیدا کیا پروردگار نے
حکم دیا جبرل کو اس وقت از کردگار نے
جاکر دو مبارک مصطفیٰ کو مدینہ دیار میں
ان کے جھولے کو بھی جھلانا آنکھوں سے آنسو بہا کر
فی الجنان نہر لبوں پر یہ لال کو لوری دینا
ہائے حسینا' ہائے حسینا کہہ کر عجز و نیاز کرنا

سید امام حسین شاہ

سید امام بخش شاہ تخلص "فدوی" ابن سید مشرف علی شاہ ٹنڈ کے باسی تھے اور نواب

میر لطف علی تخلص "ہمت" کے خاندان سے تھے۔ یہ سید غلام مرتضیٰ شاہ "مرتضائی" کے طالب علم تھے۔ فدوی نے ۱۸۹۰ء سے ایک یا دو سال قبل وفات پائی۔

انتخاب

عابد چيو ٿي رت روئي هر بار يا حسين
رڻ ۾ ڇڏيئم بيڪس و بي يار يا حسين
اڄ درد ۾ ڦٿيم تون دلدار يا حسين
مون کي مڙئي ڪيو بارن بيمار يا حسين

عابد نے کہا خون رو کر ہر بار یا حسین
رن میں چھوڑا تمہیں بیکس و بے یار یا حسین
آج درد و الم میں ہوں میرے دلدار یا حسین
مجھے تو تمام مصیبتوں نے کیا بیمار یا حسین

حاجی محمد فضل "ماتم"

حاجی محمد فضل "ماتم" عباسی حیدر آباد کے باسی تھے اور آباء و اجداد سے ہی میر صاحبان کے ملازم تھے۔ میانی کی جنگ کے بعد یہ میر صاحبان کے ساتھ کلکتے قید ہو کر گئے۔ میر صاحبان کی ملازمت میں، شاعری اور طب سے متاثر ہوئے اور بہترین شاعر اور طبیب ہوئے۔ حیاتی کے آخری دن حیدر آباد کے نزدیک مٹڑھی گاؤں میں گذارے ۱۸۹۴ء میں وفات پائی۔

انتخاب

لازم اسان تي آهي ليل و نهار گريو
آل نبي جي غم ۾ زار و نزار گريو
حق ۾ تہ مومنن جي بهتر ٿيو هي سڀ ڪان
زهرا جي لاڏلي لئہ بي اختيار گريو

لازم ہے ہمارے پہ لیل و نہار گریہ
آل نبی کے غم میں زار و زار گریہ
مومنوں کے حق میں تو یہ سب سے بہتر ہوا
زہرا کے لاڈلے کے لیے بے اختیار گریہ

مخدوم محمد سیوہانی

مخدوم محمد سیوہانی تخلص "محمد" ابن مخدوم محمد عارف صدیقی' مجذوب طبع' اور صاحب فضیلت تھے۔ انہوں نے اپنے والد سے ہی سیہون میں دینی تعلیم حاصل کی۔ سید ثابت علی شاہ سے متاثر ہو کر' مخدوم صاحب نے جوانی میں مرثیے کہے۔ جو آج بھی مخدوم محمد کے نام سے مشہور ہیں۔ مخدوم صاحب نے ۱۸۹۸ء میں وفات پائی۔

انتخاب

حسين ابن علي کي جڏهن منجهه ڪربلا ۾ هي هي
چڙهي سيني تي قاتل ڪيو سر انور جدا هي هي
رکي ٻئي پير موزن سان وڏيائين از قفا هي هي
ڏسي چرخ مترنس رت رنو هن غم سدا هي هي

ہائے ہائے جب حسین ابن علی کربلا میں قتل ہوئے
ہائے ہائے سینے پر چڑھ کر قاتل نے کیا سر انور کو جدا
ہائے ہائے دونوں بازوؤں سے ذبح کیا ازقفا
ہائے ہائے چرخ مترنس نے خون رویا اس غم میں سدا

پیر شاہ نصیرالدین

پیر شاہ نصیرالدین ابن پیر عبدالحی نقشبندی نوشہرو فیروز کے باسی تھے۔ بھوک شریف کے بزرگوں کی شان میں منقبت لکھتے تھے۔ پیر صاحب نے ۱۹۰۰ء میں وفات پائی۔

انتخاب

لافتا جبرئيل چيو جنهجي شجاعت شان ۾
انما آيت ٿي نازل جنهجي حــق فرمان ۾

سو حسين ابــن علي آيو هلي ميدان ۾
جنگ جي ميدان ۾ ۽ ســر ڏيڻ سامان ۾

ظلمت کربل ز حسن شاه شد روشن چو ماه
شد ختم اهــل حرم را روز مثل شب سياه

لافتا جبرئیل نے کہا جس کی شان شجاعت میں
انما آیت نازل ہوئی جس کے حق فرماں میں
وہ حسین ابن علی آئے میدان میں
جنگ کے میدان میں اور سر دینے اس آن میں
ظلمت کربل زحسن شاہ شد روشن چو ماہ
شد ختم اھل حرم را روز مثل شب سیاہ

میرزا قاسم علی بیگ

میرزا قاسم علی بیگ تخلص "قاسم" ابن میرزا فتح علی بیگ "فتح" نے ۱۸۳۷ء میں جنم لیا۔ عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ علم طب میں بھی ماہر تھے۔ میرزا قاسم علی بیگ بھی اپنے والد کی طرح ہز ہائنیس میر حسن علی خان کے خاص مصاحب تھے۔ میرزا قاسم علی بیگ شاعر ابن شاعر تھے' ان کا کلام سندھی اور اردو زبانوں میں ہے' جو مرثیہ' سلام' غزل' نعت اور رباعی پر مشتمل ہے۔ ان کے مرثیے اور سلام تمام صنف سخن پر حاوی ہیں۔
میرزا صاحب نے ۱۹۰۳ء میں حیدر آباد میں وفات پائی۔

اِنتخاب

ڪاڄ ڪيو ڪرب و بلا ۾ جڏ قاسم نوشاه

وني گهر آئي ڪيو رخ گهوت ســوني جنگاه
آنگهڙي ڏاهن دولهه کـــي بصد ناله و آه
سر تئون گهونگهٽ ڪڍي روئي چيو اي عالي جاه
به ڪجا ميروي اي بـــر زده دامان به نشين
دارم از دستم تو صد چاڪ گريبان به نشين

شادی کی جب کربلا میں قاسم نوشاہ نے
دلہن کے گھر آتے ہی دولہا نے جنگ کی طرف رخ کیا
اس وقت دلہن نے دولہا سے کہا بصد نالہ و آہ
سر سے گھونگھٹ اٹھا کر کہا اے عالی جاہ
بہ کجا میروی ای برزدہ دامان بہ نشیں
دارم از دست تو صد چاک گریبان بہ نشین

سید غلام مرتضیٰ شاہ

سید غلام مرتضیٰ شاہ "مرتضائی" ابن سید روشن علی شاہ "روشن" ٹھٹوی' رضوی سادات گھرانے سے تھے۔ سید روشن علی شاہ خود بھی شاعر تھے اور ان کے آباء و اجداد بھی. شعراء کرام تھے۔ جس کے سبب شاعری ان کو ورثہ میں ملی تھی۔ مرتضائی سندھی شاعری میں بلند پایہ شاعر ہو گذرے ہیں۔ ۱۹۰۵ء ٹھٹہ میں وفات پائی۔

انتخاب

شه مديني مان لڏيو چئي اي عزيزان يا نصيب
آهِ ويا ڪوفي خدا آنجو نگهبان يا نصيب

مون قبوليو پنهنجي سر تـــي حڪمِ سبحان يا نصيب
هـيءُ اوهان پـــرتا خـــدا کـــي اي رفيقان يا نصيب

شلہ نے مدینے کو چھوڑا اے عزیزاں یا نصیب
میں جا رہا ہوں کونے خدا آپ کا نگہباں یا نصیب
میں نے قبول کیا اپنے سر پر حکم سبحاں یا نصیب
آپ سپرد ہیں خدا کے رفیقاں یا نصیب

میر حسن علی خان

سرکار رفعت مدار میر حسن علی خان تالپور تخلص "حسن" ابن سرکار فیض آثار میر نصیر خان تالپور (آخری تاجدار سندھ) ۱۸۲۴ء میں حیدر آباد کے قلعہ میں جنم پائے اور ۱۸۴۳ء میں اپنے والد کے ساتھ کلکتہ نظر بند ہو کر گئے۔ وہاں سے ۱۸۴۳ء میں اپنے وطن سندھ واپس لوٹ آئے اور ۱۹۰۷ء میں وفات پائی۔ ان کے بھانجے میر نور محمد خان نے انہیں کربلا معلی میں مدفن کرایا۔ زبان اور روز مرہ صفائی، لطیف تشبیہات اور استعارات ان کی خصوصیات تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مرثیہ گوئی کو کمال معراج تک پہنچایا، متاثر قدرت اور محاکات کی جتنی صحیح تصویر وہ دکھاتے ہیں، اس کی مثال مشکل سے دوسرے شعراء کرام میں ملے گی۔ مطلب کہ جس موضوع کو بھی لیا۔ اس کو رنگ اور ڈھنگ سے بیان کیا۔

بارگاہ ایزدی میں دعا

يا رب نه آفتابِ سخن کي زوال ٿي
جنهن ۾ ذرو نه نقص هجي سو ڪمال ٿي
هر لفظ لفظ حسن ۾ يوسف جمال ٿي
نغمي جو طور طرح عديم المثال ٿئي
اعزي دوا ڪريان چمنِ روزگار ۾
بلبل جوي ته آهي هي يڪتا هزار ۾

یا رب نہ آفتاب سخن کو زوال ہو
جس میں ذرا نہ نقص ہو وہ کمال ہو

ہر لفظ' لفظ حسن میں جمل یوسف ہو
نغمہ کا طور طرح عدیم المثل ہو
ایسی دوا کرو چمن روز گار میں
بلبل کہے کہ یہ ہے یکتا ہزار میں

تلوار کی تعریف

ناگاه رسي شاه جي تلوار صفن تي
گردون ڪان ڪري تيغ شرر بار صفن تي
يڪبار رسي تيغ دوسر چار صفن تي
منهن ويا ڦري نازل ٿيو ادبار صفن تي
آن تيغ جي ضربت کو جهلي سگهندو سپر تي
سر تي جي جهلئين تيغ وڃي آئي ڪمر تي

ناگاہ جو پہنچی تلوار صفوں پر
گردوں سے کر رہی تھی تیغ شرر بار صفوں پر
ایک بار جو پہنچی تیغ دو سر چار صفوں پر
منہ پھر گئے اور نازل ہوا ادبار صفوں پر
اس تیغ کی ضربت کو کوئی روک پائے گا سر پر
سر پر رکھی تیغ تو بڑھ کر آئی کمر تک

رزاق ڈنہ وندڑیہ

فقیر رزاق ڈنہ وندڑیہ' رانی پور کے نزدیک ایک گاؤں میں جنم پائے اور ۱۹۰۸ء میں وہیں وفات پائی۔ تمام عمر غم امام حسین میں سیاہ لباس پہنے۔ ان کا تمام کلام مدح اہل بیت میں ہے۔ سرکیدارو سے ایک بیت بطور انتخاب دیا جا رہا ہے۔

انتخاب

حـــر هلي آيو ڪٽي حڪم جو حاسو
چرين پيو امام ڪـــي خادم خــلاصو
وڃي پيو ڪوفن ۾ ميڙيو نـــہ ماسو
"رازقڏني" ڪي رڻ جو دليئون دلاسو
ڇڏي هـو پاسو وڃـــي شير شهيد ٿيو

حر آیا چل کر حکم کا تابعدار
قدم بوسی کی امام کی خادم خاص نے
کوفیوں کے اندر گھس گیا اور لالچ کو تیاگ کیا
"رزاق ڈنہ" کو رونے کا ہے دلاسہ
یزیدی لشکر کو چھوڑ کر وہ شیر شہید ہوئے

آغا نور محمد شاہ

سید آغاز نور محمد شاہ تخلص "نور محمد" ابن سید آغا ولی محمد شاہ ٹنڈو آغا حیدر آباد میں جنم پائے اور ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔ آغا صاحب میر صاحباں کے مشہور وزیر مرحوم سید آغا اسماعیل شاہ کے پڑپوتے تھے۔ ان کے کلام میں مرثیہ' سلام اور کافیاں ہیں۔

انتخاب

آمد گل، مراد، حسن تي خزان جي آه
موڪل حرم ڪئون قاسم غنچہ دهان جي آه
منظور دل ڪي سير رياض جنان جي آه
هر طرف ڌوم خيمي ۾ آه و فغان جي آه
ٿي ڪهوت هاڻ ۽ وري رڻ ڏي روانو ٿيو
سهرو ٻڌائي سر تي ۽ سر ڪـــي ڏيڻ هليو

آمد گل مراد حسن پہ خزاں کی ہے

اجازت حرم سے قاسم غنچہ دہاں کی ہے
منظور دل کو سیر ریاض جناں کی ہے
ہر طرف دھوم خیمے میں آہ و فغاں کی ہے
دولہا بنتے ہی رن کی طرف روانہ ہو رہا ہے
سہرا باندھ کر سر پر، سر دینے کو چلا ہے

حاجی محمد حداد

حاجی محمد حداد تخلص "حاجی" ۱۸۵۱ء میں خیرپور میں جنم پائے اور ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔ وہ نہ صرف مرثیہ لکھتے تھے بلکہ مجلس میں شریک ہو کر سوز خوانی بھی کرتے تھے۔

انتخاب

آخر آت همشيرڪيو سرورکي گهوڙي تي سوار
پوءِ وراڻي واڳ گهوڙي جي هليو شهه دلفگار
جڏ آيا خيمي کان ٻاهر دشت ۾ گهوڙو سوار
هلندي هلندي بيهي رهيو گهوڙو تـي آت بيقرار
شاه چيو گهوڙي کي اي گهوڙا قـدم کڻ جلد تون
وقت فرصت جـو نه آ بيٺو آهين ڪنهن باعث ڪنون

آخر وہاں سرور کو گھوڑے پر ہمشیر نے کیا سوار
باگ گھوڑے کی تھام کر چلا شہ دلفگار
جب آیا خیمے سے باہر دشت میں گھوڑے کا سوار
چلتے چلتے کھڑا ہو گیا وہاں گھوڑا بیقرار
شاہ نے کہا اے گھوڑے قدم اپنا جلد لو
یہ وقت فرصت نہیں ہے کھڑے ہو کس باعث

میرزا عباس علی بیگ

میرزا عباس علی بیگ تخلص "عباس علی" ابن میرزا بندہ علی بیگ ماتھند ضلع دادو میں پیدا ہوئے۔ راج برطانیہ میں تحصیلدار تھے۔ ان کا کلام فارسی، اردو اور سندھی زبانوں میں ہے۔ انہوں نے ۱۹۱۱ء ماتھند میں وفات پائی۔

انتخاب

جڏ حضرت حسين جي سر تـي وهي ترار
فرزنـد فاطمہ جـو ڪٺو نيڪ نامـدار
لشڪر يزيد جـو ٿيو گھوڙي مٿي سوار
ٻيبون تہ هيٺ ڪلي سر نڪري ٿيون ٻهار
چادر ڪنهين جي سر تي نہ هئي اڙدهام ۾
شهزاديـون اسير ٿيون اهـلہ شـام ۾

جب حضرت حسین کے سر پر چلی تلوار
فاطمہ کا قتل ہوا فرزند نیک نامدار
لشکر یزید کا تب ہوا گھوڑے پر سوار
بیبیاں سر برہنہ نکل آئیں باہر
چادر نہ کسی کے سر پہ تھی اس اژدھام میں
شہزادیاں اسیر ہوئیں اہل شام میں

حاجی پریل خان

حاجی محمد پریل خان تخلص "پریل" کمسی اصل گاؤں بھاگ ناڑی اور بعد میں ہالا ضلع حیدر آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ حاجی محمد پریل نے اپنی عمر کے آخری ایام مخدوم امین محمد امین سجادہ نشین درگاہ حضرت غوث الحق مخدوم نوح ہالا کی خدمت میں گذاری اور ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔

انتخاب

چاليهين ڏينهن آيا حرم قتلگاه ۾
تڏ آسمان زمين هئي ماتم نگاه ۾
ڪعبه ڪئي شڪل غرق لباس سياه ۾
ماتم ۾ ماه سج ٿي سڙيو بارگاه ۾
آل رسول آه ڪئون منهن تي نقاب هو
فطرس ۽ جبرئيل جگر دل ڪباب هو

چالیسویں دن آئے حرم مقتل گاہ میں
تب زمین و آسماں تھے ماتم نگاہ میں
کعبہ نے اپنی صورت غرق کی لباس سیاہ میں
ماتم کے سبب سورج جل رہا تھا بارگاہ میں
آل رسول کی آہ سے منہ پر نقاب تھا
فطرس اور جبرائیل جگر دل کباب تھے

میرزا بڈھل بیگ

میرزا مراد علی بیگ عرف بڈھل بیگ "بڈھل" ابن میرزا فتح علی بیگ "فتح" نے ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء حیدر آباد میں جنم لیا۔ ابتدائی تعلیم آخوند علی محمد کے مدرسہ سے حاصل کی۔ ان کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا اپنے مشفق بھائی میرزا قاسم علی بیگ "قاسم" کو استاد بنا کر ان سے شاعری میں اصلاح لیتے تھے۔ میرزا صاحب حیدر آباد کے آخری ہزہائینس الحاج میر نور محمد خان تالپور کے وزیر تھے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۲۶ء کو وفات پائی۔ پہلے میر نصیر خان کے حجرے کے نزدیک دفن ہوئے اور دو سال کے بعد میر نور محمد خان نے ان کی لاش کربلا معلی میں میر حسن علی کے حجرے کے نزدیک ایک اور حجرا خرید کر کے مدفون کرائی۔ ان کا کلام سندھی، فارسی اور اردو زبانوں میں، مرثیہ، سلام، قصیدہ، غزل، کافی، دوہے اور رباعی پر مشتمل ہے۔ فارسی اور اردو کلام میں میرزا اور سندھی کلام میں "بڈھل" تخلص استعمال کیا ہے۔ ان کے مرثیے ادبی اور فنی لحاظ سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ شاعری ان کو ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔ وہ

ایک ہی مضمون کو جتنی ہی بار بیاں کرتے ہیں اتنی ہی بار نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔ صبح، تلوار، گھوڑے کی تعریف، میدان جنگ، اور سراپا وغیرہ کو نئے نئے انداز سے بیان کیا ہے۔

"رجز"

والله بهترين عرب هو سندم پدر
روزِ ازل كان عاشق رب هو سندم پدر
عالي حسب بلند نسب هو سندم پدر
ايجادِ آسمان جو سبب هو سندم پدر

آه حكم مثلِ كعبه سندم احترام جو
فرزند آهيان مشعرِ ركن و مقام جو

واللہ بہترین عرب تھا ان کا باپ
روز ازل سے عاشق رب تھا ان کا باپ
عالی حسب بلند نسب تھے ان کے باپ
ایجاد آسماں کے سبب تھے ان کے باپ
ہے حکم مثل کعبہ احترام انکا
فرزند ہوں مشعر رکن و مقام کا

"سراپا"

رنگِ گلِ خورشيد جان رخسار ها تابان
تفسير هو خط ۽ مهٔ رخ مصحفِ ايمان
هو مهر تهه ابر و يا رحل تي قرآن
يا صفحهٔ سيمين تي رقم هو خطِ ريحان

خالق دلِ شب ۾ آه ذني جاء سحر كسي
هن حسن سان كنهن آه ذٺو هاله ۾ قمر كي

رنگ گل خورشید جان رخسار تاباں تھے
تفسیر خط اور مورخ ایمان تھے
تھے وہ مہر تہہ ابر یا رحل پر قرآن تھے
یا صفحہ سیمین پر رقم تھا خط ریحان
خالق نے دی ہے دل شب میں آہ مقام سحر کو
اس حسن میں کس نے دیکھا ہے ہالے میں قمر کو

میاں محمد حسین خان

میاں محمد حسین تخلص "عاجز" نے ٹنڈو میر محمد حسن تحصیل روہڑی میں جنم لیا اور ۱۹۱۸ء میں وفات پائی۔

انتخاب

ٻيبي ٻانو ٿي سر کي پٽي هيئن چيو
هن جگر جاي کي صبر بي نه آه

چيئن درد منجهنون هيئن تي آه ڪيو
منهجي آه سڙي کي اثر بي نه آه

بی بی بانو نے سر پیٹ کر اس طرح کہا
اس جگر پارہ کو صبر بھی نہیں ہے
کہہ رہی تھی درد دل سے یک آہ کر کے
میری آہ مردہ میں کوئی اثر بھی نہیں ہے

میاں محمد یوسف عرف میوں "وڈل" علوی

میاں محمد یوسف تخلص "حیدری" میاں یعقوب علوی کے بڑے فرزند تھے۔ انہوں نے ۱۸۶۱ء گاؤں سعید پور ضلع حیدر آباد میں جنم لیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کر کے او علم طب سے واقف ہو کر اپنے وقت کے بڑے حاذق حکیم ہوئے۔ اس کے ساتھ وہ نکتہ نواز' ادیب اور بلند پایہ شاعر تھے۔ شاعری میں "مرتضوی ٹھٹوی" کے شاگرد ہوئے۔ انہوں نے بھی مرثیے کہے۔

انتخاب

هليو رڻ ڏي جڏ شہ سواري سنباني
چيو بيبي بانـو روئـي رت وهائي
هلين مون کـي سائين نگر اڄ رلائي
هي قسمت ڏکن جي چٺي آ لکائـي

جب شاہ رن کی طرف سوار ہو کے چلے
بی بی بانو نے رو کر خوں بہا کر یہ کہا
تم جا رہے ہو اس دنیا میں میرے سائیں مجھے رلا کر
یہ دکھ تقدیر میں لکھے ہوئے ہیں

میاں غلام محمد کمانگر

میاں غلام محمد تخلص "غلام" ابن حاجی محمد صادق' فقیر کے پڑ کے نزدیک گنج بخش کے ... میں پیدا ہوئے۔ وہ میرزا فتح علی بیگ اور میر حسن علی خان کے مرثیوں سے متاثر ہو کر مرثیہ گوئی میں میرزا فتح علی بیگ کے شاگرد ہوئے۔ اور ان کے شاگرد میاں غلام محمد یونس علی ہوئے' جو ان کے ساتھ سوز خوانی کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۸ء میں حیدر آباد میں وفات پائی۔

انتخاب

دربار ۾ زنــدان کان طلب ٿين ٿا قيدي
بيتاب ٿي هن ڏک کان گهڻو رُنــن ٿا قيدي
ڳوڙهن سان رخ، گرد ڀريل ڌنن ٿا قيدي
ٻارن کي ڳرانيون وجهيو سڀ چون ٿا قيدي
فاقہ کان نہ بيهڻ جي ڪا طاقت ٿي بدن ۾
دهشت کان لعينن جـي هو لرزو پيو تن ۾

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی
بیتاب ہو کر اس غم میں روتے ہیں قیدی
رخ گرد کو اشکوں سے دھوتے ہیں قیدی
بچوں کو گلے لگا کر سب کہتے ہیں قیدی
فاقے سے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے بدن میں
لعینوں کی دہشت سے لرزا پڑا تھا ان میں

میرزا دوست محمد بیگ

میرزا دوست محمد بیگ تخلص "دوست" ابن میرزا علی بخش بیگ ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آخوند علی محمد کے مدرسے سے حاصل کی، اور بعد میں مولانا ابوالحسن لکھنوی کے شاگرد ہوئے۔ وہ ۱۹۱۵ء میں تحصیلدار کے منصب سے ریٹائر ہو کر آخری عمر میں میر نور محمد خان کے مصاحب ہوئے۔ ان کا کلام فارسی، سندھی اور اردو میں ہے۔ انہوں نے ۱۹۲۰ء میں وفات پائی۔ ان کے ہمعصر شعراء کرام اور دوست، مرتضائی، حیدری، گدا شاہ اور میراں کے مقبروں والے فدا تھے اور سانگی کے خاص مصاحب تھے۔ یہ تمام ایک دوسرے کے تتبع پر غزل کہتے تھے۔

انتخاب

گهوٽ ماءُ ٿي ڪني روني زاري

موت تنهجي آيا ماءُ ماري
مرڻ تنهجي ڪان ٿيو گهاءُ ڪاري
سيج سڄي تي وسايان ٿي واري

دولہے کی ماں آہ و زاری کر رہی تھی
تمہاری موت نے اے فرزند ماں کو مار دیا ہے
تمہارے مرنے نے داغ سیاہ کر دیا ہے
سیج خالی ہے اور سر پر خاک ڈال رہی ہوں

سید محمد علی شاہ

سید محمد علی شاہ تخلص "محمد علی" ابن سید علی رضا شاہ ۱۸۶۷ء میں خیرپور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بھی مرثیہ گوئی پر طبع آزمائی کی۔ ان کا کلام سندھی، اردو زبانوں میں ہے۔ اردو شاعری میں "حقیر" تخلص استعمال کیا ہے۔ ۱۹۲۷ء میں وفات پائی۔ شاہ صاحب بہترین نقاشی بھی کرتے تھے۔

انتخاب

جڏهن شاه جي آغوش ۾ گهايل ٿيو اصغر
يعني هرقِ ناوڪِ قاتل ٿيو اصغر
ٻانهن ۾ طپان صورتِ بسمل ٿيو اصغر
بابي کي ڇڏي خلد ۾ داخل ٿيو اصغر
پاڻي نه مليو خون ۾ تر ٿي رهيو اصغر
تير آيو ته بابي جي سپر ٿي رهيو اصغر

جب آغوش شاہ میں گھائل ہوئے اصغر
یعنی ہدف ناوک ہوا قاتل اصغر
بازوؤں کے اندر طپاں صورت بسمل ہوئے اصغر
باپ کو چھوڑ، خلد میں داخل ہوئے اصغر

پانی نہ ملا ہوا خون میں تر اصغر
تیر آیا تو بنا باپ کی سپر اصغر

آخوند محمد عالم ثانی

آخوند محمد عالم تخلص "احقر" ابن محمد قاسم بھنور نے ۱۸۷۲ء میں خیر پور میں جنم لیا۔ انہوں نے بھی مرثیہ، سلام اور نوحے لکھے ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں وفات پائی۔

انتخاب

کربلا ۾ قتل ٿيو جڏ مصطفيٰ جو دلربا
ظالمن مقتول ڪيو شيرِ خدا جو دلربا
قتل ٿيو تشنہ دهن خيرالنساء جو دلربا
قوتِ بازوئي حسن المجتبا جو دلربا
قتل سيد کي ڪري بيداد گر دلشاد آه
بيوطن سيد مسافر کي ڪنئون فرياد آه

کربلا میں قتل ہوا جب دلربا مصطفیٰ
ظالموں نے قتل کیا شیر خدا کا دلربا
قتل ہوئے تشنہ دہن خیر النساء کے دلربا
قوت بازوئے حسن المجتبیٰ کے دلربا
سید کو قتل کر کے بیداد گر دلشاد ہیں
بیوطن سید مسافر کو قتل کیا گیا فریاد ہے

میر عبدالحسین سانگی

ہزہائنس میر عبدالحسین خان تخلص "سانگی" میر عباس علی خان "مومن" کے فرزند تھے۔ ۱۸۵۱ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۴ء میں حیدر آباد میں وفات پائی۔ ان کی وصیت کے مطابق شاہ عبداللطیف کے مقبرے کے ساتھ بھٹ شاہ میں انہیں دفن کیا گیا۔ ابتدائی تعلیم میرزا حسن علی "وفا" سے کلکتہ میں حاصل کی۔ سندھ میں عربی اور فارسی کی تعلیم آخوند

احمد سانولانی ملا سے حاصل کی۔ سندھی شاعری میں "سائلؔ" فارسی اور اردو میں تخلص "عبدالحسین" اختیار کیا۔ اپنے دور کے سندھ میں باکمال شاعر تھے۔ در حقیقت یہ سندھی غزل میں اپنے ہمعصر شاعروں سے اعلیٰ اور ممتاز ہیں۔

انتخاب

جڏ اشهب گردون تي چڙهيو خسرو خاور
آراسته ٿيو روم جو ۽ شام جو لشڪر
هو فوج ظفر موج جو انبوه برابر
هر هر ٿي ڪيو حڪم عمر سعد بد اختر

هشيار رهن بندش افواج ڪان سردار
تا ٿي نه ڪوعربن جي اڳيان عيب نمودار

جب اشہب گردوں پہ چڑھے خسرو خاور
آراستہ ہوا روم اور شام کا لشکر
تھا فوج ظفر موج کا انبوہ برابر
ہر بار حکم کر رہا تھا عمر بد اختر
ہشیار رہیں بندش افواج کے سردار
کہ نہ ہو عربوں کے آگے عیب کا اظہار

سید زمان شاہ

سید زمان شاہ تخلص "ساقی" ابن سید محمد میرزا شاہ رضوی ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے تمام بزرگ شاعر تھے۔ وہ اپنے خاندان کے آخری شاعر تھے۔ ان کا کلام اردو، فارسی اور سندھی زبانوں میں ہے، انہوں نے عین جوانی میں ۱۹۲۶ء میں وفات پائی۔

انتخاب

مومنو مون کان ٻڌو هي ماجرا
مختصر احـــوال ذکر ڪربــلا

جـڏ کـڏا شبـــير جا سڀ اقربا
ڪونہ ڪو همراه رهيو غير از خدا

باقي هو بيمار عابـــد ناتوان
ٻيو معصوم اصغر بي زبان

مومنو مجھ سے سنو یہ ماجرا
اور مختصر احوال ذکر کربلا
جب شہید ہوئے شبیر کے تمام اقربا
کوئی بھی نہیں ہمراہ رہا خدا کے سوا
باقی رہا بیمار عابد ناتواں
اور دوسرا معصوم اصغر بے زباں

میر مہر نجف

میر مہر نجف خاں تخلص "غریب" ابن ہزہائنیس میر للم بخش خاں تالپور غنڈو علی آباد تحصیل روہڑی میں جنم پائے۔ ان کا سندھی اور فارسی کلام موجود ہے۔ جس میں کتنے سلام اور مرثے ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں وفات پائی۔

انتخاب

خيرالنسا جي باغ تي آمد خزان جي آه
رحلت جهان کنون قبلہ ڪون و مڪان جي آه
اڄ کنون چين تي جان شہ اِنس و جان جي آه
طاقت سخن جي نامي هي حالت زبان جي آه

چا چا هي رنج راحت جان رسول کـي
ويڙهيو آه فوج ظالم جي ابن بتول کي

خیرالنساء کے باغ پہ آمد خزاں کی ہے
رحلت جہاں سے قبلہ کون و مکاں کی ہے
پیاس سے لبوں پہ جان شہ انس و جاں کی ہے
طاقت نہیں سخن کی ' یہ حالت زباں کی ہے
کیا کیا ہیں غم و الم' راحت جاں رسول کو
ظالموں کی فوج نے گھیرا ہے ابن بتول کو

میاں خدا بخش

میاں خدا بخش تخلص "کمتر" ابن حاجی محمد مدلو نے ۱۸۸۹ء میں اپنے گاؤں وانده خیر پور میں پیدا ہوئے۔ وہ سرکاری نوادرات کے توشکی عہدی پر فائز تھے۔ ان کے کتنے ہی سلام اور مرثیے ہیں۔

انتخاب

جـڏ شــه مغموم جا انصار ياور ٿيا فدا
زينب مغموم جا سرور تـنون دلبر ٿيا فـدا
عون و عبدالله ۽ عباس و جعفر ٿيا فـدا
سيد مظلوم تـنون قاسم ۽ اکبر ٿيا فـدا
ويا چڏي ميدان ۾ تنها شـه دلگير کـي
باقي دم کي آخري پنکهي ۾ ها ئي شير کي

جب شہ مغموم کے انصار یاور ہوئے فدا
زینب مغموم کے سرور پہ ہوئے دلربا فدا
عون و عبداللہ اور عباس و جعفر ہوئے فدا
سید مظلوم پہ قاسم و اکبر ہوئے فدا

چلے گئے میداں میں تنہا چھوڑ کر دلگیر کو
کچھ دم باقی تھے جھولے میں بے شیر کو

میرزا قلیچ بیگ

شمس العلماء میرزا قلیچ بیگ "قلیچ" ابن مرزا فریدون بیگ ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۳ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں آخوند محمد شفیع سے تعلیم حاصل کی اور عربی اور فارسی تعلیم قاضی احمد سے حاصل کی۔ ۱۹۰۹ء میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ سندھ کے اس مشہور و معروف عالم' ادیب' فاضل اور شاعر نے سندھی ادب کی جو خدمت کی ہے وہ جہان فانی تک یاد رہے گی۔ ان کی شاعری کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے سندھی ادب کو نہایت ہی پاکیزہ خیالات سے لبریز کیا ہے۔ ان کا کلام فارسی' اردو' سندھی اور سرائیکی زبانوں میں تمام اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ مرزا صاحب مرحوم نے ۱۹۲۹ء میں وفات پائی۔ اور حیدر آباد میں ٹنڈو ٹھوڑو کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

انتخاب

ٿيو اڳين تائين جڏهن قتل سپاهِ شبير
ڪونہ اصغر ري رهيو نور نگاهِ ڏبير

هو فقط روح علي پشت و پناهِ شبير
حق کي چائين ٿي تہ تون رهج گواهِ شبـ

سر ودائي ٿو وڃي ٿيان آهه شريڪِ شهدا
اڄ ڏٺي منهجا امانت ٿو ڪريان تنهجي ادا

ہوا ظہر تک جب قتل سپاہ شبیر
نہیں رہا اصغر کے سواء نور نگاہ شبیر
تھی فقط روح علی پشت و پناہ شبیر
حق کو کہہ رہے تھے رہنا گواہ شبیر

سر کٹا کے میں شریک ہو رہا ہوں شہداء میں
آج میرے مالک تیری امانت ادا کر رہا ہوں

میاں غلام محمد یونسانی

میاں غلام محمد یونسانی تخلص "محزون" ابن محمد بچل سومرو نے ۱۸۸۵ء میں حیدر آباد میں جنم لیا اور ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء میں قدم گاہ مولا علیؑ حیدر آباد میں وفات پائی۔ ان کے دادا محمد یونس خان آخری تاجدار سندھ میر نصیر خان کے سسر تھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کسٹم انسپکٹر ہوئے اور بعد میں پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل ہوئے اور انسپکٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ وہ انجمن امامیہ حیدر آباد کے سیکرٹری بھی رہے۔

انتخاب

سواري شاه سرور سر جدا جي
سواري تي مجاور مصطفا جي
سواري دل جگر خيرالوريٰ جي
سواري خامس، آلِ عبا جي
سواري بادشاهِ ڪربلا جي
سواري تاجدارِ انما جي

سواری شاہ اور سر جدا کی
سواری تھی مجاور مصطفیٰ کی
سواری ہے دل جگر خیر الوریٰ کی
سواری خامس آل عبا کی
سواری بادشاہ کربلا کی
سواری تاجدار انما کی

میرزا قربان علی بیگ

میرزا قربان علی بیگ تخلص "قربان" ابن مرزا قاسم علی بیگ "قاسم" ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ آخوند علی محمد کے مدرسے سے فارغ التحصیل ہو کر دینی تعلیم کے لیے مولانا ابوالحسن لکھنوی کے شاگرد ہوئے۔ کچھ عرصہ ہزہائنس الحاج میر نور محمد خان کے میر منشی کی حیثیت سے تحصیلدار کے عہدے پر فائز رہے۔ میر صاحب مرحوم کے ساتھ ایران اور عراق کی سیر و تفریح کی۔ وہ عربی اور فارسی زبانوں سے واقف تھے۔ مرزا صاحب بہترین خطاط اور سات خط لکھنا جانتے تھے۔ ان کا علم و ادب اور شعر و شاعری کی طرف رجحان تھا۔ وہ بہترین مقرر اور سوز خوان بھی تھے۔ ان کی تقریر نہایت موثر اور دلکش تھی۔ انہوں نے ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔

انتخاب

همر صورتِ محبوبِ خدا هــو علي اڪبر
شوڪت ۾ شهہ عقده ڪشا هو علي اڪبر

شبير جي پيري جي عصا هـــو علي اڪبر
۽ بانو جي اکين جي ضيا هــو علي اڪبر

جلوه رخِ پُرنور تي هو نور نبي جو
روشن هو گهر هن ماه کان زهرا و علي جو

ہم صورت محبوب خدا تھا علی اکبر
شوکت میں شہ عقدہ کشا تھا علی اکبر
شبیر کی پیرانہ سالی کی عصا تھا علی اکبر
اور بانو کی آنکھوں کی ضیا تھا علی اکبر
جلوہ رخ پرنور تھا یہ نور نبی کا
روشن تھا اس ماہ سے گھر زہرا و علیؑ کا

maablib.org

میرزا غلام رسول بیگ

میرزا غلام رسول بیگ تخلص "مقبل" ابن میرزا فتح علی بیگ "فتح" ۱۸۵۳ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ شاعر ابن شاعر ہونے کے سبب ان کو بچپن سے ہی شاعری کا شوق تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد میرزا فتح علی بیگ سے حاصل کی۔ ہزہائنس میر حسن علی کے پاس منشی کے عہدے پر فائز رہے۔ ان کی وفات کے بعد الحاج میر نور محمد خان ٹالپور کے مصاحب رہے۔ وہ دلگداز سوز سے مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ اور اپنے وقت کے بہترین مرثیہ خواں ہو کر گذرے ہیں وہ علم طب سے بھی واقف تھے۔ ۱۹۲۴ء میں وفات پائی۔

انتخاب

جڏ ڪربلا ۾ شاهه کان اڪبر جدا ٿيو
واحسرتا شبيهه پيمبر جدا ٿيو
نور نگاهه دلبر حيدر جدا ٿيو
آرام جان سيد مضطر جدا ٿيو
روئي ٿي چو حسين قلق بي حساب ٿيو
طاقت نه صبر جي نه تحمل جو تاب ٿيو

جب کربلا میں شہ سے اکبر جدا ہوا
وا حسرتا شبیہ پیمبر جدا ہوئے
نور نگاہ دلبر حیدر جدا ہوئے
آرام جان سید مضطر جدا ہوئے
روتا ہے قلب حسین کو قلق بے حساب ہوا
طاقت نہیں ہے صبر کی نہ تحمل کی تاب ہے

سید روشن علی شاہ

سید روشن علی شاہ تخلص "روشن" ابن سید قطب علی شاہ ۱۸۶۷ء حیدر آباد میں

پیدا ہوئے۔ وہ نہایت نرم مزاج، فقیر سیرت اور باخلاق بزرگ تھے۔ ان کو شعر و شاعری سے کافی دلچسپی تھی۔ ان کے کلام میں مرثیہ، سلام، منقبت، غزل اور کافیاں ہیں۔ شاہ صاحب نے ۱۹۵۳ء میں وفات پائی۔

انتخاب

نيو رڻ ۾ جڏ قتل شاهِ هدا
۽ غارت ڪيا خيمه اهلِ جفا
ڇڏيائون نه ٻچين جي سر تي ردا
نه ڪردند خوفِ ز قهرِ خدا

ہوا جب رن میں قتل شاہ ہدیٰ
اور غارت کئے خیمے اہل جفا نے
چھوڑی نہ ان نے بیبیوں کے سر پر کوئی ردا
نہ کردند خوف ز قہر خدا

محمد اسماعیل

میاں محمد اسماعیل تخلص "اسماعیل" ابن سائیں رکھا چانڈیہ بلوچ نے ۱۸۸۷ء میں حیدر آباد میں جنم پایا۔ اور ۱۹۳۹ء میں اپنے گاؤں ٹنڈو ولی محمد میں وفات پائی۔ پہلے وہ خان بہادر غلام محمد خان بھرگڑی کے ملازم تھے اور بعد میں انجمن امامیہ حیدر آباد سندھ کے جائنٹ سیکرٹری ہوئے۔ یہ شاعر تھے اور کبھی اپنے بیٹے غلام حسین کے ساتھ اور کبھی ناٹک جمع سے مجلس عزا میں مرثیہ خوانی بھی کرتے تھے۔

انتخاب

جڏ حيدرِ ڪرار جو فرزند ٿيو تيار
ميدانِ ڪربلا ۾ ڪرڻ لئي ٿيو تيار

قاسم بہ ڏيو تيار ۽ عابد بہ ڏيو تيار
ٻيو ڪٽنب پنهنجو سارو ۽ سڀ گهر ڏيو تيار

جب حیدر کرار کے فرزند ہوئے تیار
میدان کربلا میں قتل ہونے کو ہوئے تیار
قاسم بھی ہوئے تیار اور عابد بھی ہوئے تیار
تمام آل و اقربا اور تمام گھر ہوا تیار

مخدوم غلام رسول

میاں علی احمد عرف میاں غلام رسول ابن میاں غلام نبی عرف پنیلدھو قریشی صدیقی ۱۸۸۹ء میں گاؤں بلا میں پیدا ہوئے۔ وہ عربی' سندھی' فارسی اور اردو زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔ یہ بزرگ نہایت ہی بلند اخلاق' غریب نواز اور مرد مومن تھے۔ ان کا شاعری کی طرف خاص رجحان تھا۔ سندھی کے بہترین شاعر ہو گذرے ہیں۔ ان کا خاصا غیر مطبوعہ کلام موجود ہے۔ شاعری میں "احمد علی" تخلص کرتے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں اپنے آبائی گاؤں میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق ان کی لاش کربلا میں مدفون ہے۔

انتخاب

يارو ٻڌو تہ خالقہ اڪبر جي واسطي
انصاف سان جواب ڏيو حيدر جي واسطي

جا بوسہ گاہ ٿي هئي پيمبر جي واسطي
يا ظالمن جي ٻرش۔ خنجر جي واسطي

اے دوستو سنو خالق اکبر کے واسطے
انصاف سے جواب دو حیدر کے واسطے
وہ بوسہ گاہ ہوئی تھی پیغمبر کے واسطے
یا ظالموں کے برش خنجر کے واسطے

ناصر علی خواجہ

ناصر علی تخلص "ناصر" ابن حسینی اثنا عشری خواجہ کھارادر کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایک بار کربلا کی زیارت بھی کی۔ اس کے بعد ان کو مرثیہ کہنے کا شوق پیدا ہوا۔ انہوں نے اپنا کلام، مرثیہ، سلام، نوحہ، وغیرہ پانچ جلدوں میں شائع کرایا۔ انہوں نے ۱۹۴۳ء میں کراچی میں وفات پائی۔

انتخاب

آلِ اطهار ڪٿي شام جي بازار ڪٿي
دلِ غمخوار ڪٿي ڪوفه جي بازار ڪٿي
ظلمِ ڪفار ڪٿي عابدِ ناچار ڪٿي
طوق جو بار ڪٿي گردنِ بيمار ڪٿي
هي دلِ زار ڪٿي شمر دل آزار ڪٿي

آل اطہار کہاں، شام کا بازار کہاں
دل غمخوار کہاں، کوفہ کا بازار کہاں
ظلم کفار کہاں، عابد ناچار کہاں
طوق کا بار کہاں، گردن بیمار کہاں
یہ دل زار کہاں، شمر دل آزار کہاں

جعفر علی خواجہ

جعفر علی تخلص "جعفر" ابن بخش علی اثنا عشری خواجہ نے کھارادر کراچی میں جنم لیا۔ ان کو مرثیہ گوئی اور سوز خوانی کا شوق تھا۔ انہوں نے اپنے کچھ مرثیے بھی شائع کرائے۔ جنوری ۱۹۶۶ء میں وفات پائی۔

انتخاب

اوڻهين رات جڏهن ٿي ماهِ سيام جي
گذريو او ڏينهن نماز پڙهي شه ٿي شام جي
پوري هئي ٿي حيات شہ خاص و عام جي
آها رات عجيب حال سان گذري امام جي
هر عضوو عضوو شاهِ دوعالم جو سرد هو
چهري جو رنگ خوفِ اللهي کان زرد هو

انیسویں رات جب ماہ صیام کی
دن ڈھل گیا نماز پڑھی شاہ نے شام کی
پوری ہو گئی تھی حیاتی شہ خاص و عام کی
یہ رات عجیب حالت میں گذری امام کی
ہر عضو عضو شاہ دو عالم کا سرد تھا
چہرے کا رنگ خوف الہی سے زرد تھا

مخدوم غلام محمد

مخدوم غلام محمد تخلص "مغموم" ابن مخدوم ظہیر الدین عرف پریل جام سجادہ نشین حضرت غوث الحق نے ہالا گاؤں میں ۱۸۸۶ء میں جنم پایا۔ یہ بزرگ تارک الدنیا، درویش نخی مرد، مومن، اور فرشتہ انسان ہو گذرے ہیں۔ وہ انگلش عربی، فارسی، اردو اور سندھی زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔ شاعری ان کا آبائی ورثہ تھا۔ ان کا کلام مرثیہ، سہ حرفی، فارسی، سندھی غزل اور کافیوں پر مشتمل ہے انہوں نے اپنا کلام سادہ سلیس اور روز مرہ کی چاشنی کے ساتھ پیش کیا۔ مخدوم صاحب نے ۱۹۳۴ء میں وفات پائی۔ اپنے آبا قبرستان میں مدفون ہیں۔

انتخاب

هئي جنهجو آج کان مري شيرخوار هيءُ هيءُ هيءُ

ڇا ان جي دل ۾ ٿئي انتظار هيءَ هيءَ هيءَ
نہ ڪنهن جو شال مري ننڍڙو ٻار هيءَ هيءَ هيءَ
جيئن ماريو اصغر سان تير بار هيءَ هيءَ هيءَ
ٻڌو اي يارو اوهين دسي بيان غم اندوز
جو دن بيان کان ملڪ اشڪبار هيءَ هيءَ هيءَ

ہائے جس کا مارا جائے پیاس سے شیر خوار ہائے ہائے ہائے
کیا ہو گا ان کے دل میں انتظار ہائے ہائے ہائے
کسی کا چھوٹا بچہ نہ مارا جائے ہائے ہائے ہائے
جیسے مارا گیا اصغر تیر سے ہائے ہائے ہائے
سنو اے دوستو یہ بیان پر غم
ہوا اس بیان سے ملک اشکبار ہائے ہائے ہائے

محمد بخش واصف

میاں محمد بخش "واصف" ابن محمد عثمان لوہار ۱۸۹۳ء میں گاؤں راضی جتوئی (حیدر آباد) میں پیدا ہوئے۔ وہ بلند پایہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نثر نگار بھی تھے مرحوم نے مرثیے بھی کہے ہیں' انہوں نے ۱۹۵۳ء میں وفات پائی۔

انتخاب

ڇا ڪربلا جي ڪنهن کان ٿئي ماجرا بيان
ڪندا وڃن ٿا لاڏلا هڪ ٻي جي بس پٺيان
ماتم نہ پورو آهي ٿيو ٻاڻ سندو اڃان
سر تو وڍاني رڻ علي اڪبر جهڙو نوجوان

محشر اڳي ئي آهي ٻيو محشر تہ ٿي پيا
هڪ جي قضا ٿي پوري تہ ٻي جي رسي قضا

کیا کربلا کا ماجرا ہوا کسی سے بیاں
قتل ہوئے جا رہے ہیں لاڈلے اک دوسرے کے بعد
ماتم نہیں ہوا ہے پورا بھائی کا ابھی تک
سر دے رہا ہے رن میں علی اکبر نوجوان
محشر پہلے ہی ہے لیکن یہ دوسرا محشر ہوا بپا
ایک کی قضا ہوئی پوری تو دوسرے کو پہنچی قضا

میرزا امام علی بیگ

میرزا امام علی بیگ تخلص "امام علی" ابن میرزا قاسم علی بیگ نے ۱۸۸۱ء میں حیدر آباد میں جنم لیا۔ ابتدائی تعلیم آخوند علی محمد کے مدرسے سے حاصل کی اور دینی تعلیم مولانا ابوالحسن لکھنوی سے حاصل کی۔ شاعری ان کو ورثہ میں ملی تھی وہ اپنا کلام مشفق بھائی میرزا قربان علی بیگ سے اصلاح کراتے تھے۔ اور مشورہ سخن بھی لیتے تھے۔ الحاج میر نور محمد خان کے توسل سے دو بار عراق اور ایران کی زیارت کی۔ شاعری کے ساتھ خوشنویسی' نقاشی' اور زردوزی قدرت نے ان کو عطا کی تھی۔ پیر سید محمد علی اصغر شاہ راشدی ان کو "نقاش صانع ازل" کے لقب سے پکارتے تھے۔ سوز خوانی میں اعلیٰ مقام پایا۔ ۱۹۵۵ء میں وفات پائی۔

انتخاب

جلــي گـل چراغِ مرقدِ خيرالنسا ٿيو
بي حال درد و غم کان شمعِ لافتا ٿيو

فرطِ الم کان شق جگرِ مصطفا ٿيو
غمگين مزار پر حسنِ مجتبا ٿيو

جنبش ٿي آسمان کي ڏڪي وئي سڄي زمين
زهرا جي آه کان ٿي رُنا عرش جا مڪين

جب بجھ گیا چراغ مرقد خیرالنساء
بے حال اس درد و غم سے لافتا ہوئے
فرط الم سے شق جگر مصطفیٰ ہوا
غمگین مزار میں حسن مجتبیٰ ہوا
جنبش پڑی آسمان میں اور ہل گئی زمیں
زہرا کی آہ سے رو رہے تھے عرش کے مکیں

سید غلام حیدر شاہ

سید غلام حیدر شاہ تخلص "کوثری" ابن سید محمد شاہ نقوی ۱۸۹۸ء ٹھٹھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۷ء میں خیرپور سے واپس آتے ہوئے خیرپور اور روہڑی کے درمیان ریل گاڑی میں وفات پائی شاہ صاحب نے ۱۹۳۲ء میں ٹھٹھ سے "ہدایت" اخبار نکالا جس کا نام ۱۹۳۰ء میں تبدیل کر کے "الاسلام" رکھا ۱۹۳۸ء میں پھر نام تبدیل کر کے "لیڈر" رکھا ان کے کلام میں کمال پختگی ہے اور سندھی، اردو اور فارسی زبانوں میں ہے۔

انتخاب

آهي ڪنهن مظلوم جو دنيا ۾ چهلم دلفگار
ڪربلا ۾ ڪنهن جو تن پيو خاڪ تي هو آشڪار
ڪنهن جي لئي مغموم ٿي ملڪن رنو ٿي زارزار

خون جا قطرا فلڪ تان ڪنهن جي لئي ٿيا اشڪبار
هاز ذس حورن جني ماتـــم ڪيو ڪنهن جو پيا
ڪنهن جي لئي فردوس ۾ گريو ٿي ڪيو خيرالنسا

ہے کس مظلوم کا چہلم دنیا میں دلفگار
کربلا میں کس کا تن پڑا ہوا تھا خاک پر آشکار
کس کے لیے مغموم ہو کر ملائکہ رو رہے تھے زارو زار
خون کے قطرے کس کے لیے فلک سے ہوئے اشکبار

بار توڑ کر حوروں نے ماتم کیا کس کا بپا
کس کے لیے فردوس میں گریہ کرتی ہے خیرالنساء

میرزا علی بخش بیگ

میرزا علی بخش بیگ تخلص "کوثر" ابن میرزا دوست محمد بیگ نے ۱۹۱۱ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے سرکاری ملازم ہوئے۔ وہ محکمہ صحت میں ایڈمنسٹریٹر تھے تو عین جوانی کے عالم میں ۱۹۴۰ء میں وفات پا گئے۔ شاعری انہیں ورثہ میں ملی۔ میرزا قربان علی بیگ اور میرزا مدد علی بیگ "مدد" ان کے اساتذہ تھے۔ ان کا کلام اردو، فارسی اور سندھی میں ہے۔

انتخاب

خلاّق ازل خلق ڪيو جڏ رنج و بلا کي
سختيون ڏنئين سڀ مهنج سان خاصان خدا کي
ڏک درد مليا سڀ کان گهڻا آل عبا کي
محضر مليو مقتل جو امام شهدا کي
آغاز مصائب جو ٿيو ختم نبي تي
ٿيو خاتمه بالخير حسين ابن علي تي

خلاق ازل نے جب خلق کیا رنج و بلا کو
سختیاں دیں تمام خاصان خدا کو
دکھ اور درد ملے سب سے سوا آل عبا کو
محضر ملا مقتل کا امام شہدا کو
آغاز مصائب کا ہوا تھا جو نبی پر
ہوا ختم بلاآخر حسین ابن علی پر

میرزا گل حسن بیگ

میرزا گل حسن بیگ تخلص "احسن کربلائی" ابن میرزا دوست محمد بیگ ۱۸۹۷ء میں ٹنڈو آغا حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میونسپل آکٹرا انسپکٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ان کو علم و ادب اور شاعری سے فطری شوق تھا۔ وہ سندھی ادب کے عالم ہیں۔ ان کا کلام جو فارسی، اردو اور سندھی زبانوں میں ہے، نہایت ہی موثر اور دل کو بھلانے والا ہے میرزا صاحب نے ۱۹۷۲ء میں وفات پائی۔

انتخاب

رمضان جي مهيني ۾ مولا ٿيو شهيد
يعني وليٰ خالق يڪتا ٿيو شهيد
وارث وصيٰ مصطفا حقا ٿيو شهيد
سلطانِ دين و حاڪم عقبيٰ ٿيو شهيد
زخمي خدا جي گهر ۾ ٿيو حيدر نماز ۾
۽ جسم سارو خون ۾ هو تر نماز ۾

ماہ رمضان میں مولا ہوئے شہید
یعنی ولی خالق یکتا ہوئے شہید
وارث وصی مصطفیٰ حقا ہوئے شہید
سلطان دین و حاکم عقبیٰ ہوئے شہید
زخمی خدا کے گھر ہوا حیدر نماز میں
اور جسم تمام خون سے تھا تر نماز میں

عبدالعلی خواجہ

مولانا عبدالعلی تخلص "عبدالعلی" ابن کرم علی خواجہ جھرک، ضلع ٹھٹہ میں ۱۸۹۱ء میں

پیدا ہوئے۔ سید ثابت علی شاہ کے مرثیے پڑھتے ہوئے ان کو مرثیہ کہنے کا شوق ہوا۔ ان کے کلام میں مرثیہ' سلام' اور مناجات ہیں' ۱۹۲۶ء میں وفات پائی۔

انتخاب

هن طرح راوي لکن ٿا جڏ حسين ابن علي
هڪڙو تن باقي بچو ميدان ۾ ويا سڀ ڪسي
تڏ چيئين خيمي ۾ سيني کی وداع آخري
ٿي سوار ذوالجناح مولا ڪسڻ لئي ويو هلي
چائين اي گهوڙا بدن منهجو ته تيرن چور ڪيو
آهستي مون کي وٺي هل ناهي طاقت ڪا ذرو

اس طرح راوی لکھتے ہیں جب حسین ابن علی
تن تنہا رہے اور تمام ہو گئے قتل
تب کہا خیمہ میں الوداع ہے آخری
ہو کر گھوڑے پر سوار مولا قتل ہونے کے لیے گئے
کہہ رہے تھے اے گھوڑا بدن میرا تو تیروں نے چور چور کیا
آہستہ لیکر چل مجھے بدن میں طاقت نہیں رہی زرا

میرزا علی نواز بیگ

میرزا علی نواز بیگ تخلص "خسروی" ابن میرزا محمد رحیم بیگ ۱۸۷۳ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ راج برطانیہ میں ڈپٹی کلکٹر کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ نثر اور نظم میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ دھیمے مزاج کے تنہائی پسند اور فرشتہ صفت انسان تھے۔ ان کے کلام میں مناجات' نعت' منقبت' قصیدہ' مرثیہ' سلام' نوحہ وغیرہ ہیں۔ اس نیک صفت انسان نے ۱۹۷۲ء میں وفات پائی۔

انتخاب

يا رب نہ جدا ٿي ڪو پسر پنھنجي پدر کان
اهڙي ولي دولت نہ وٺي موت ڪنھن گھر مان
سڀڪا خوشي ويندي رھي ٿي مرگ پسر کان
ھي داغ مرڻ بعد نہ منجي ٿو جگر تان
ھن غم ۾ صبر ڪين اچي ڪنھن بہ ولي کي
ھا سبط پيمبر يا حسين ابن علي کي

یارب نہ ہو کوئی بیٹا جدا اپنے باپ سے
ایسی دولت نہ لے جائے موت کسی گھر سے
ہر خوشی چلی جاتی ہے بیٹے کی موت سے
یہ داغ مٹتا نہیں ہے مرنے تک جگر سے
اس غم میں صبر نہیں آتا ہے کسی بھی ولی کو
تھا سبط پیغمبر یا حسین ابن علی کو

میرزا علی محمد بیگ

میرزا علی محمد بیگ تخلص "مظفر" ابن میرزا قربان علی بیگ ۷ مئی ۱۸۹۸ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ میرزا صاحب کو بچپن ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے والد کے زیر سایہ شعر و شاعری کی۔ شاعری کے ساتھ مجلس عزا میں سوز خوانی اور نوحہ خوانی بھی کرتے تھے۔ میرزا صاحب نے یکم جنوری ۱۹۸۱ء میں وفات پائی۔

انتخاب

پروانۂ شمع رخ شبير آھي عباس
ھو نور جو قرآن ڏيو تفسير آھي عباس
سر تا بہ قدم نور جي تصوير آھي عباس
حيدر جي طرح مالڪ شمشير آھي عباس

سڪو آھ شجاعت جو دل، اھل، جھان تي
ڪلمہ جي طرح نام آھي تيغن جي زبان تي

پروانہ شمع رخ شبیر ہے عباس
تھا نور کا قرآن ہوا تفسیر ہے عباس
سر تا بہ قدم نور کی تصویر ہے عباس
حیدر کی طرح مالک شمشیر ہے عباس
سکہ ہے شجاعت کا جس کا دل اہل جہاں پر
کلمے کی طرح نام ہے تیغوں کی زباں پر

اب ہم ان مرثیہ گو شعراء کا انتخاب دے رہے ہیں جو سید روشن علی شاہ کے لکھے ہوئے بیاض "۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء" سے لیا گیا ہے۔ ان شعراء کرام کی زندگی کا احوال باوجود کوشش کے نہیں مل سکا۔ اس لیے فقط انتخاب پر اکتفا کر رہے ہیں۔

انتخاب مرثیہ غنی درویش

قاسم ابن حسن شادي جو رٿ سامان ڪيو
سھرو سر تي ھٿ حنا تقدير سڀ تالان ڪيو
مير لائي مينڌي مرڻي ھاء سر قربان ڪيو
ھن وڇوڙي باہ ڏاڍو ڏک جو ڏس طوفان ڪيو
مير جي مينڌي ۾ مائل سرخ سڀ سراب ٿيو
نہ ھي مينڌي بلڪ ھي چشمہ خون ناب ٿيو

قاسم ابن حسن نے شادی کا رن میں سامان کیا
سہرا سر پر ہاتھ میں حنا تقدیر نے تمام اجاڑ دیا
سید نے مرنے کی مہندی لگا کر سر قربان کیا
اس فراق کی آگ نے دکھ کا طوفان کیا
میر کی مہندی میں مائل سرخ تمام سیراب ہوا

صحن نہ تھی منڈی بلا یہ چشم خون طلب تھا

انتخاب مرثیہ محمد ہاشم

جڏهن علي اصغر کي ڪٺل ڏٺو ماءُ
وئڙ جسي ۾ جھڪي درد ڏکيو ماءُ
ھٿ ڪري پٽ تي پئي روئي چيو ماءُ
لوڏي پينگھو مان ڏيان ڪنھن کي لولي

جب اصغر کو قتل ہوئے دیکھا ماں نے
تو اس کے من میں اور بھی درد ہوا
بیٹے کو نعش پر رکھ کر رو رو کر کہہ رہی تھی ماں
اے اصغر تیرے بغیر جھولا جھلا کر کس کو دوں لوری

انتخاب مرثیہ گل محمد

اي ڪبوتر ڪربلا جي ڪر خبر

ڪيترا ڏينھن ٿيا ابي کي منجھہ سفر
آھ ابي لئي ٿي ڪريان روز حشر
۽ آھي منھنجي لاءِ ڪانھي خبر

اي ھڪي ڪو ڪر ابي جو مون سين حال
تاڪ جيئرو آھي يا ڪيائين وصال

اے کبوتر کربلا کی کوئی خبر سنا

کتنے دن ہوئے ہیں بابا کو سفر میں
میں بابا کے لیے رو کر حشر کر رہی ہوں
اور بابا نے میری کوئی خبر گیری نہیں کی ہے
اے پرندے بابا کا تو مجھ سے کچھ احوال کر
زندہ بھی ہیں یا کر گئے ہیں انتقال

انتخاب مرثیہ عاصی

هائي حضرت واويلا   هائي حسرت واويلا
واويلا صد واويلا

عاصي تنهجو مرثيه خوان   آهي دائم ناله ڪنان
تنهجي قيدن تان قربان   هائي حسرت واويلا

ہائے حضرت واویلا
ہائے حسرت واویلا
واویلا صد واویلا
عاصی تیرا مرثیہ خواں
ہے دائم نالہ کناں
تیری قید پہ قرباں
ہائے حسرت واویلا

انتخاب میر فضل حسین "غریب"

روئي سرور کي چئو ٻاهو مضطر
ٻانيءَ ٻنان ڏو مري منهنجو اصغر
سيدا ڀهر ساقيءَ ڪوثر
منهجي اصغر کي پاڻي پيارئو

رو کے سرور کے کہا اے ابو مضطر
پانی بغیر مر رہا ہے میرا اصغر
سیدا بہر ساقی کوثر
میرے اصغر کو پانی پلا دے

سندھ کے مرثیہ گو شعراء کرام

باقر، عطاء خواجہ، حیدر، محسن، عزلت، مومن، تسلیم، رفیع، نیلیلائی، طاہر، ثابت کربلائی، محمد عالم (مقطوع الیدین، نسیم، صلح، غلام، مومن، صابر، مداح، میاں سرفراز خان، قانع، اشرف، فائز، سلیم، موالی، غنی، شفیع، عظیم، مائل، میر حیدری، حسن، مخلص، کمتر۔

سندھ کے اردو مرثیہ گو شعرا کرام

ولی، تسلیم، اظہر، مسکین، عزلت، صابر، عزت اللہ، مرزا فاضل، سائل، عظیم، حیدر، دیوانہ، فتح، حقیر، امیر، قاسم۔

مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ

جناب مخدوم محمد زمان، تخلص "طالب المولیٰ" ابن مخدوم غلام محمد حضرت غوث الحق مخدوم نوح سرور کے پندرھویں سجادہ نشین کے فرزند ہیں۔ ان کی ولادت ۶ اکتوبر ۱۹۱۹ء اتوار کے دن ہالا میں ہوئی۔ طالب المولیٰ نے قرآن کی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی تعلیم و تربیت زیادہ تر والد نے کی۔ وہ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد ۱۹۵۴ء میں حضرت سرور نوح کے سلسلہ کے سولہویں سجادہ نشین ہوئے۔ شاعری اور راگ سے انہیں بچپن سے ہی شوق اور لگاؤ تھا۔ ابتداء میں "بیوس" بعد میں فراقی، زمان شاہ اور آخر میں طالب المولیٰ تخلص اختیار کیا۔ انہوں نے شعر و شاعری اور سندھی ادب میں جو مقام حاصل کیا ہے اس کو قوم کبھی نہیں بھلا سکتی ہے۔ ان کے کلام میں سلاست زبان اور روانی کے ساتھ بیان کی رنگینی اور شیرینی بھی ہے۔ انہوں نے سندھی میں ہر صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی علمی اور ادبی خدمات کے سبب پاکستان سرکار نے ان کو "تمغہ پاکستان" کا اعزاز دیا ہے۔

انتخاب مرثیہ

ڏي خبر مونکي اڄ اي سرزمين ڪربلا
ظلم ڪهڙي طرح ڪيا آل نبي تي اشقيا
ڪيئن ٿيا ني حق پرستن تي فقط جور و جفا
ڪهڙي تڪليفن اندر هو لشڪر شاهِ هدا
ڪهڙي حالت ۾ ڏٺئي هن فوج جا اعلائي دين
ڪهڙي رمزن ۾ ٻلا هو صاحب دين متين

دے خبر مجھے آج سرزمین کربلا
ظلم کس طرح کئے آل نبی پر اشقیا
کس طرح ہو رہی تھی جور و جفا حق پرستوں پر
کن مصیبتوں میں تھا لشکر شاہ ہدیٰ
کس حالت میں دیکھے تو نے اس فوج کے اعلائے دیں
کس رموز میں تھے شاہ دین متین

سید احسن الہاشمی

سید احسن الہاشمی تخلص "احسن" ابن سید محسن شاہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۲ء ٹنڈو میر نور محمد (لطیف آباد نمبر ۴) حیدر آباد میں پیدا ہوئے پرائمری تعلیم کوٹڑی میں حاصل کی، سیکنڈری نور محمد ہائی اسکول حیدر آباد، اردو تعلیم اورینٹل کالج امرتسر اور فارسی تعلیم درس گاہ عالم ژالو جاشک، ایران میں حاصل کی۔ انہوں نے ۱۳ برس کی عمر میں شاعری کی ابتدا کی۔ ذوق سخن جناب طالب المولیٰ کی محبت سے ان کو حاصل ہوا۔ جنہوں نے ہر قدم پر ان کی حوصلہ افزائی کی شعر میں پختگی اور شیرینی ان کے کلام کی روح ہے کلام پڑھنے کا ڈھنگ نہایت ہی معیاری اور دلنشین ہے۔

انتخاب

مختارِ ڪائنات شهه لافتا علي
لوح و قلم تي سرخي قدر و قضا علي
عنوانِ علم و حڪمت و صبر و رضا علي
دنيائي ڪفر و دين جو خطِ استوا علي
شايد گناه ٿي جي چوي ڪو خدا علي
ليڪن نظر اچي ٿو فقط جا بجا علي

مختار کائنات شہ لافتا علی
لوح و قلم پہ سرخی قدر و قضا علی
عنوان علم و حکمت و صبر و رضا علی
دنیائے کفر و دیں کا خط استوا علی
شاید گناہ ہو گر کوئی کہے خدا علی
لیکن نظر آ رہا ہے فقط جابجا علی

محمد عیسیٰ عاجز

محمد عیسیٰ تخلص "عاجز" وگھال ساکن پرانہ ہالہ۔ ان کو مرثیہ خوانی کا خاصا شوق ہے اور کتنے ہی مرزا دبیر کے مرثیے ترجمہ کئے ہیں۔ جن میں سے ایک کا انتخاب دیا جا رہا ہے۔

انتخاب

مقتول جڏهن رڻ ۾ ٿيو شاه شهيدان
تاراج ٿيو هاءِ ٿيو گلشنِ ايمان
اظلام سڀئي ظلم تي ها خوشدل و خندان
۽ اهلِ حرم ٿي ڏٺا سڀ ششدر و نالان
سايه نه ڏٺو جن جو ڪڏهن نيّرِ تابان
هئي هاءِ رهيا رڻ ۾ ٿي سڀ بي سروسامان

قتل ہوئے جب رن میں شاہ شہیداں
تاراج تمام ہوا گلشن ایمان
اظلام تمام تھے ظلم پہ خوش دل و خنداں
اور اہل حرم بھی نظر آ رہے تھے ششدر و نالاں
سائے نہ دیکھا جنھوں نے کبھی نیر تاباں
ہائے ہائے رہے رن میں وہ بے سر و ساماں

سید لطف علی شاہ نقوی

سید لطف علی شاہ، تخلص "منظور" ابن سید حسین علی شاہ ۱۷ مئی ۱۹۲۴ء میں ٹنڈو جہانیاں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد حکمت کی تعلیم کے لیے دلی گئے۔ ان کو بچپن سے ہی شاعری کا شوق تھا۔ انہوں نے ہر صنف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔

انتخاب

قلم توں ڪرب و بلا جو بيان ڪر تحرير
ڪا اهڙي صفحهٔ قرطاس تي توں ڪڍ تصوير
جو تنهجي دم سان ٿجي تازو عالم تقرير
بيان ڪر توں اسيرن جو حال بالتفسير

ٻڌي بيان الم جي ڪو بيقرار ٿئي
زمين گداز ٿئي عرش اشڪبار ٿئي

اے قلم تو تحریر کر کربلا کا بیان
کوئی ایسی صفحہ قرطاس پہ تم نکالو تصویر
کہ ترے دم سے ہو تازہ عالم تقریر
بیان کر تو اسیران کا حال بالتفسیر
سن کر یہ غم کا بیان ہر کوئی بیقرار ہو
زمین گداز ہو اور عرش اشکبار ہو

میرزا عباس علی بیگ

عباس علی بیگ میرزا' تخلص "عباس" ابن میرزا امام علی بیگ ۲۱ مارچ ۱۹۲۴ء ٹنڈو آغا حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم اپنے چچا میرزا قربان علی بیگ سے حاصل کی۔ اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی' عربی اور فارسی کی تعلیم جناب سید آغا فتح علی شاہ اور مولانا ثمر حسن قبلہ سے پائی۔ تعلیم کے بعد راشن اور ریہیبلیٹیشن ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہوئے اور بعد میں ۱۹۵۰ء میں خزانہ آفس میں ملازم ہو کر وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ ان کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے فطری محبت تھی۔ اساتذہ قبلہ والد بزرگوار اور ماموں میرزا علی بخش بیگ کوثر تھے۔ ان کا کلام سندھی' اردو اور فارسی زبانوں میں حمد' نعت' منقبت' سلام' مرثیہ' رباعی اور غزل پر مشتمل ہے۔

انتخاب

عندليب چمنستان فصاحت آهيان
طوطئ گلشن سرسبز بلاغت آهيان
نغمہ آرائي گلستان طلاقت آهيان
والہ و شيفتۂ حسن سلاست آهيان
ڇو ترقي نہ ٿئي طبع جي رنگيني ۾
ستين پيڙهي جو ٿي هن باغ جي گلچيني ۾

عندلیب چمنستان فصاحت ہوں
طوطی گلشن سر سبز بلاغت ہوں
نغمہ آرائی گلستان طلاقت ہوں
والہ و شیفتہ حسن سلاست ہوں
کیوں ترقی نہیں ہو رہی طبع کی رنگینی میں
ساتویں پشت ہوئی اس باغ کے گلچنے میں

میرزا سلطان حیدر بیگ

میرزا سلطان حیدر بیگ تخلص "سلطان" ابن میرزا علی محمد بیگ ۱۹۲۷ء ٹنڈو آغا حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم اپنے دادا میرزا قربان علی بیگ مرحوم سے حاصل کی۔ میٹرک تک تعلیم کے بعد عدلیہ میں ملازم ہوئے۔ ان کا کلام حمد، نعت، منقبت، سلام، مرثیہ، رباعی اور غزل پر مشتمل ہے۔

انتخاب

يا رب سندم رياض طبيعت نهال ٿي
رنگ بهار ذهن رسا بي مثال ٿي
جو گل ٽڙي سو غازهٔ روئي جمال ٿي
سنبل وڌي جو، طرهٔ تاج ڪمال ٿي
يڪتا ٿي رنگ و بو ۾ رياض سخن سندم
سر سبز هجي بهار و خزان ۾ چمن سندم

یارب ریاض طبیعت نہال ہو
رنگ بہار ذہن رسا بے مثال ہو
جو پھول کھلے وہ غازہ روئے جمال ہو
سنبل بڑھے جو طرہ تاج کمال ہو
یکتا ہو رنگ و بو میں ریاض سخن
سر سبز ہو بہار و خزاں میں چمن

میرزا غلام عباس بیگ

میرزا غلام عباس بیگ تخلص "وفا" ابن میرزا غلام رسول بیگ ۱۹۲۷ء میں ٹنڈو آغا حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ شاعری انکو ورثہ میں ملی اور بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ ان کا کلام حمد، نعت، منقبت، سلام، مرثیہ، رباعی اور غزل پر مشتمل ہے۔

انتخاب

جڏ باغ نبي ڪرب و بلا ۾ ٿيو ويران
خونِ شهدا خاڪِ شفا ۾ ٿيو پنهان
ٿي فوجِ خدا راهي سوي روضہ رضوان
افواج جي نرغي ۾ هو تنها شہِ ذيشان
هر صف ڪمان وسيا تير ٿي شاهِ شهدا تي
نرغو هو هزارن جو امامِ دوسرا تي

جب باغ نبیؐ ہوا کربلا میں ویراں
خون شہدا خاک شفا میں ہوا پنہاں
ہوئی فوج خدا راہی روضہ رضواں
افواج کے نرغہ میں تھے تنہا شہ ذیشاں
ہر صف سے برستے تھے تیر شہ شہدا پہ
نرغہ تھا ہزاروں کا امام دوسرا پہ

میرزا سکندر علی بیگ

میرزا سکندر علی بیگ تخلص "سکندر" ابن میرزا عباس علی بیگ ۱۳۲۵ھ میں ٹنڈو تھا حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ بی۔ اے کرنے کے بعد ان کا رجحان شعر و شاعری کی طرف مائل ہوا۔ ان کا کلام، قصیدہ، سلام، رباعی اور غزل پر مشتمل ہے۔ علم عروض پر "سندھی کا عروض" کتاب ۱۳۷۷ھ میں تصنیف کی۔

انتخاب

اي حسن ابنِ علي اي مهمانِ ڪربلا
اي شهيدِ نامور تشنہ دهانِ ڪربلا
اي امامِ دين اميرِ ڪشتگانِ ڪربلا
اي سپہ سالارِ فوجِ ڪاروانِ ڪربلا
هر سخن تنهنجو هيا قرآن جي تمهيد ٿيو
نقش پا هن تنهنجو قابلِ تقليد ٿيو

اے حسین ابن علی مہمان کربلا
اے شہید نامور تشنہ دہان کربلا
اے امام دین امیر کشتگان کربلا
اے سپہ سالار فوج کاروان کربلا
ہر سخن تیرا قرآں کی تمہید کے بجا ہوا
نقش پا واللہ تیرا قابل تقلید ہوا

میرزا فتح علی بیگ

میرزا فتح علی بیگ تخلص "عارف" ابن میرزا حامد علی بیگ ۱۹۴۸ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ خاندانی ماحول کے مطابق ان کا رجحان شعر و شاعری کی طرف رہا۔ انہوں نے نعت، منقبت، سلام، مرثیہ، غزل پر طبع آزمائی کی اور نہایت ہی اعلیٰ مقرر ہیں۔

انتخاب

چراغِ شب ته ٿيو گل رياض عالم ۾
سحر جي وقت ٿيو غل رياض عالم ۾

هاي نسيم ٽڙيا گل رياض عالم ۾
نهال ٿي وئي بلبل رياض عالم ۾

لڳي پئي چار طرف کان جو عطر بيز هوا
طيور فرطِ مسرت کان باغ ۾ جهوليا

چراغ شب تو ہوا گل ریاض عالم میں
سحر کے وقت ہوا غل ریاض عالم میں
چلی نسیم کھلے گل ریاض عالم میں
نہال ہو گئی بلبل ریاض عالم میں
چل رہی تھی ہر طرف جو عطر بیز ہوا
طیور فرط مسرت سے باغ میں جھولے

میرزا کاظم رضا بیگ

میرزا کاظم رضا تخلص "کاظم" ابن میرزا سلطان حیدر بیگ ٹنڈو آغا حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ تعلیم میٹرک تک حاصل کی ہے۔ کاظم بیگ اپنے آبائی ورثہ سے متاثر ہو کر مشق سخن کو جاری رکھتا آیا ہے۔ کتنے ہی مشاعروں میں طرحی اور غیر طرحی نظمیں پڑھی ہیں۔ مرثیہ اور سلام پڑھنے سے انہیں خاص انس ہے۔

انتخاب

مومنو جڏهن سبطِ پيغمبر
رڻ هليو هنج ڪري علي اصغر
ٿي چوڻ روئي بانوي مضطر
صدقي توتان اها ٿئي مادر

ٿو وڃي رڻ ڏي منهجا رشڪِ چمن
تشنه لب آه منهجا غنچهِ دهن

مومنو جب سبط پیغمبر
رن میں گئے گود میں لے کے علی اصغر
رو کر بانوے مضطر یہ کہنے لگی
صدق تم پر ہو تیری مادر
جا رہے ہو رن کی طرف میرے رشک چمن
تشنہ لب ہے میرا غنچہ دہن

حواشی

☆ جب شمال میں اردو شاعری کی داغ بیل پڑی ' اس سے پہلے ' سندھی ' ملتانی اور گجراتی زبانوں میں مرثیے کہے جا چکے تھے۔ از رسالہ نگار پاکستان ' ایس نمبر ۱۹۷۱ء ' ص ۶۰۱

☆ کیدارو = دکھ اور لم

☆ چار تلواریں دو رسالت کی دو امامت کی دو چھڑیاں ایک رسالت کی اور ایک امامت کی۔

☆ مرزا مراد علی بیگ ابن مرزا محمد فاضل بیگ "فاضل" اس کتاب کے مرتب کرنے والے مرزا عباس علی بیگ کے پڑدادے مرزا فتح علی بیگ "فتح" کے والد تھے۔ یہ خیرپور میں میر سراب اور میر رستم خان کے پاس فارسی' اردو' اور سندھی مرثیہ اور منقبت پڑھتے تھے۔ ابتدا میں مرزا صاحب' ثابت علی شاہ کے مرثیوں سے متاثر ہو کر سیہون میں ان سے ملاقات کرنے جاتے تھے۔

☆ کتاب کے مرتب کرنے والے مرزا عباس علی بیگ۔

☆ "قاری"

سختي شهادت جي نسورو ئي ناز
کي رند پروڙين راز قضيءَ ڪربلا جو

شہادت کی سختی ایک اعزاز تھا
کربلا کے واقعہ کی پرکھ رند ہی کر سکتے ہیں،